بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

رجسٹرڈ ایل

نمبر ۵۲۵۴

الفضل ربوہ

جلسہ سالانہ نمبر

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر
بی اے، ایل ایل بی

فی پرچہ ۱۲؍

The Daily ALFAZL Rabwah

۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء ۔ نمبر ۱۹

جلد ۴۹/۱۴ ۲۲ صلح ۱۳۳۹ ہش

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اپنے بعض ممتاز اور جلیل القدر صحابہ کے درمیان

دائیں سے بائیں جانب کرسیوں پر۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب، حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوریؓ اور حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی گود میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ہیں اور ساتھ ہی سب سے پیچھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کھڑے ہیں۔ پچھلی قطار میں دائیں جانب سے تیسرے نمبر پر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ہیں۔ اور سامنے زمین پر بیٹھے ہوئے اصحاب میں دائیں جانب سے پہلے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ اور ان کے ساتھ علی الترتیب حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحبؓ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیٹھے ہوئے ہیں۔

مرکزِ سلسلہ ربوہ میں رہائش رکھنے والے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو قدیم اور مخلص صحابی
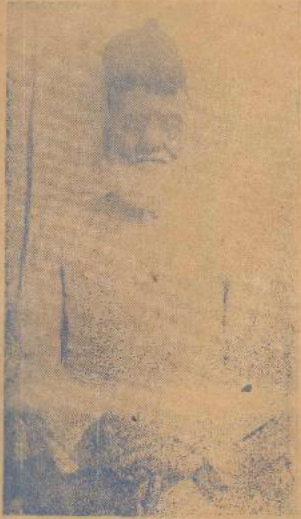
حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

۱۹۵۹ء میں وفات پانیوالے سلسلہ احمدیہ کے تین ممتاز خادم

مبلغ بورنیو

محترم مولانا غلام حسین صاحب ایاز مرحوم
(وفات بورنیو ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

سابق امام مسجد لنڈن و ناظر بیت المال

محترم خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب مرحوم
(وفات ربوہ ۹ جون ۱۹۵۹ء)

سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی

محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم
(وفات کراچی ۱۳ جون ۱۹۵۹ء)

روزنامہ الفضل ربوہ — جلسہ سالانہ نمبر — مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۶۱ء

رفتارِ ترقی

جیسا کہ احباب جانتے ہیں آج جس اجتماع عظیم (سالانہ جلسہ) میں آپ شریک ہو رہے ہیں۔ اس کی بنیاد ایک ہنگامی اجلاس کے ذریعہ پڑی تھی جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجوزہ انجمن کی تشکیل پر مزید غور کرنے کے لئے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو منعقد فرمایا تھا یہ پہلا اجتماع تھا جو جماعت احمدیہ کا ہوا۔ اور جس میں صرف ۷۵ احباب شامل ہوئے تھے۔ اس اجتماع کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ جماعت پر واضح کیا کہ آئندہ ہر سال دسمبر میں جماعت کا جلسہ منعقد ہوا کرے گا۔ چنانچہ دسمبر ۱۸۹۲ء سے جماعت کے اس اجتماع کا مستقل طور پر آغاز ہوا۔ ہمارا موجودہ جلسہ اڑسٹھواں جلسہ ہے۔ اس جلسہ سے پہلا جلسہ جو دسمبر ۱۹۵۹ء میں منعقد ہوا اس میں شمولیت کرنے والوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ کے قریب تھی۔ گویا جس اجتماع کی بنیاد محض ایک ہنگامی جلسہ میں اتفاقاً رکھی گئی تھی۔ اور جس میں صرف ۷۵ احباب شامل ہوئے تھے گزشتہ جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد اس سے ساڑھے سترہ سو گنا سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح بعض کام جو ابتداء میں نہایت چھوٹے معلوم ہوتے ہیں بتدریج بڑھتے بڑھتے کتنے عظیم بن جاتے ہیں۔

۱۹۱۳ء کے جلسہ میں حاضری صرف تین ہزار تک پہونچی تھی۔ ہر سال تعداد بڑھتی چلی گئی۔ پاکستان بننے سے پہلے قادیان میں حاضری کی تعداد ۱۹۴۶ء کے جلسہ میں ۳۳۷۸۲ تھی۔ ۱۹۴۷ء میں لاہور میں جو سالانہ جلسہ ہوا۔ اس میں صرف سوا چھ ہزار احباب شامل ہوئے۔ لاہور میں ۱۹۴۸ء کے جلسہ میں یہ تعداد ستر ہزار تک پہنچی اور ۱۹۵۲ء میں یہ تعداد ربوہ میں ۲۹ ہزار تک پہونچ گئی۔ اور بڑھتے بڑھتے ۱۹۵۹ء میں یہ تعداد ایک لاکھ کے قریب ہو گئی۔

ان اعداد و شمار سے جو تاریخ احمدیت جلد دوم سے لئے گئے ہیں واضح ہوتا ہے کہ جماعت یقیناً ترقی کر رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک صرف سات سال ہوتے ہیں۔ اور ان سات سالوں میں جماعت اتنی ترقی کر گئی ہے کہ جہاں ۱۹۵۲ء میں صرف ۲۹ ہزار افراد جلسہ میں شامل ہوئے وہاں ۱۹۵۹ء میں ایک لاکھ تک شامل ہونے والوں کی تعداد جا پہونچی۔

یہ درست ہے کہ ہر سال کے جلسہ میں جماعت کے ارکان کے علاوہ غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے دوستوں کی تعداد کا تناسب جماعت کے دوستوں کی تعداد کے مطابق ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

بالفرض اگر یہ قیاس مان لیا جائے کہ ۱۹۵۹ء کے جلسہ میں شامل ہونے والوں میں سے غیر از جماعت احباب کا تناسب زیادہ تھا تو پھر بھی یہ امر واضح ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ دلچسپی پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ بھی جماعت کی ترقی کی علامت ہے۔ جماعت احمدیہ تعداد کے لحاظ سے واقعی ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ اس لئے اگر اس کے ایک اجتماع میں اتنے افراد جمع ہو جاتے ہیں۔ تو اس سے ایک اور بات بھی واضح ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک طرف تو خود اس جماعت کے افراد کا دینی ذوق و شوق اس قدر بڑھا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف یہ چھوٹی سی جماعت اتنا اہم کام سرانجام دے رہی ہے۔ کہ غیر از جماعت لوگ بھی اس کے کام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

ہم نے اوپر بالفرض کہا ہے۔ تاہم حقیقت ہے بھی قریباً قریباً یہ کہ جماعت کے کاموں کی وجہ سے غیر از جماعت لوگ بڑی حد تک متاثر ہیں۔ اور یہ اگرچہ جماعت کے لیے ایک فخر کی بات ہے۔ لیکن چونکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے خود اس زمانہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کھڑا کیا ہے۔ اور ہمارے کام کا اجر اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس لئے ہم اس پر فخر نہیں کرتے۔ اور نہ ہمیں فخر کرنا چاہیئے اس لحاظ سے بھی کہ اس وقت اسلام کے احیاء کے لئے کفر کے لشکروں کے مقابلہ میں جتنی قوت اور جتنے کام کی ضرورت ہے وہ ہم سے بسر نہیں آ رہا۔ کیا تعداد کے لحاظ سے اور کیا مادی طاقتوں کے لحاظ سے ہماری جماعت جو کام کر رہی ہے۔ خواہ وہ اپنی استطاعت سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی جتنا کام چاہیئے اس کے مقابلہ میں یہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔

چونکہ ہماری تعداد اور قوت نسبتاً تھوڑی ہے۔ اس لئے اگر ہم علاوہ ٹھوس کام کرنے کے دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنے نمونہ سے ابھار سکیں۔ تو یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ نہ صرف جماعت کے دوست زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ میں شمولیت کریں۔ بلکہ غیر از جماعت دوست بھی زیادہ سے زیادہ شامل ہوں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ہماری جماعت کیا کام کر رہی ہے چنانچہ مرکز کی طرف سے ہمیشہ دوستوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے غیر از جماعت دوستوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد اپنے ہمراہ لائیں جس سے ہماری غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ بعض عناصر نے جو غلط فہمیاں ہمارے متعلق پھیلا رکھی ہیں۔ ان کا بھی تدارک ہو۔ اور بہت سے دلوں میں شکوک جو پیدا کر دیئے گئے ہیں وہ دور ہوں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ہمارا نمونہ دیکھ کر اس سے متاثر ہوں۔ اس لئے ایک بہت بڑی ذمہ داری احباب جماعت پر عائد ہو جاتی ہے۔ جو یہ ہے کہ نہ صرف ہم غیر از جماعت دوستوں کو ہمراہ لائیں۔ بلکہ ان کے سامنے ڈسپلن وغیرہ کا ایک نہایت بلند معیار اپنے کردار سے پیش کریں۔ اور جن مقدس اغراض و مقاصد کے لیے جلسہ سالانہ منعقد کیا جاتا ہے۔ ان اغراض و مقاصد کو ہر لحظہ پیش نظر رکھیں۔ اور ان کے مطابق عمل کریں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کام کے لیے آپ کو ایک نمونہ کی جماعت بنایا ہے۔ اور جس طرح ہمارے روزانہ کاموں میں اسلامی اخلاق کی مکمل جھلک ہونی چاہیئے۔ اسی طرح ہمارے جلسہ میں بھی ایک خالص اسلامی رنگ ہونا چاہیئے جس میں کسی قسم کے تبرج جاہلیت کا شائبہ نہ ہو۔ آپ ایک مقدس مقام میں ایک مقدس فرض کی ادائیگی کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اور آپ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ آپ ان ایام میں زیادہ سے زیادہ تربیتی فائدہ اٹھائیں۔ اور زیادہ سے زیادہ برکات کا انجذاب کریں۔ تاکہ جس کام کے لئے آپ کھڑے کئے گئے ہیں اپنی آئندہ زندگی میں اس کام کو بہتر طریق سے اور زیادہ مؤثر انداز سے سرانجام دے سکیں۔

ہمارا جلسہ سالانہ جیسا کہ احباب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے عام جلسوں کا سا جلسہ نہیں ہے۔ یہ ایک خالص دینی اجتماع ہے۔ یہ ایک تربیتی اور امتحانی اجتماع ہے۔ یعنی ایک طرف سے تو جلسہ سے

باقی دیکھیں ص ۳۳ پر

تڑپ کر پھر اذاں کوئے مسیحا سے اٹھی تو ہے

نہیں گر آہ کی توفیق پلکوں پر نمی تو ہے
ہماری زندگی میں بھی ذرا سی زندگی تو ہے

نمازی بھی کھڑے ہو جائیں گے آ کر قطاروں میں
تڑپ کر پھر اذاں کوئے مسیحا سے اٹھی تو ہے

کہاں کا صبر، چارہ کیا! مبارک دردِ دل ہم کو
ہمیں تو یہ خوشی ہے آپ کی اس میں خوشی تو ہے

مسیحائے زماں کی سانس نے رُت ہی بدل ڈالی
چمن کی نبض میں پھر برگِ گل کی تھرتھری تو ہے

نہیں ہے بے اثر تنویر کی آواز اے ہمدم
دلوں میں گر نہیں اُتری ہے کانوں تک گئی تو ہے

کلماتِ طیبات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

امام الزمان کی روحانی قوتیں

"جن کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ امام بناتا ہے۔ ان کی فطرت میں ہی امامت کی قوت رکھی جاتی ہے۔ اور جس طرح الٰہی فطرت نے بموجب آیت کریمہ اعطٰی کل شیئٍ خلقہٗ ہر ایک چرند اور پرند میں پہلے سے وہ قوت رکھ دی ہے۔ جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ اس قوت سے اس کو کام لینا پڑے گا۔ اسی طرح ان نفوس میں جن کی نسبت خدا تعالیٰ کے ازلی علم میں یہ ہے۔ کہ ان سے امامت کا کام لیا جاوے گا۔ منصب امامت کے مناسب حال کئی روحانی ملکے پہلے سے رکھے جاتے ہیں۔ اور جن لیاقتوں کی آئندہ ضرورت پڑے گی۔ ان تمام لیاقتوں کا بیج ان کی پاک سرشت میں بویا جاتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اماموں میں بنی نوع کے فائدے اور فیض رسانی کے لئے مندرجہ ذیل قوتوں کا ہونا ضروری ہے:

اوّل۔ قوتِ اخلاق۔ چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو۔ اور لوگ ان کے فیوض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابلِ شرم بات ہے۔ کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو۔ اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو۔ کہ ادنےٰ ادنےٰ بات میں مونہہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔ وہ کسی طرح امام الزمان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس پر آیت انک لعلٰی خلق عظیم کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے:

دوم۔ قوتِ امامت ہے جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا ہے۔ یعنی نیک باتوں اور نیک اعمال اور تمام الٰہی معارف اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے۔ اور کسی حالت ناقصہ پر راضی نہ ہو۔ اور اس بات سے اس کو درد پہونچے۔ اور دکھ میں پڑے۔ کہ وہ ترقی سے روکا جائے۔ یہ ایک فطرتی قوت ہے جو امام میں ہوتی ہے۔ اور اگر یہ اتفاق بھی پیش نہ آوے۔ کہ لوگ اس کے علوم معارف کی پیروی کریں۔ اور اس کے نور کے پیچھے چلیں۔ تب بھی وہ بلحاظ اپنی فطرتی قوت کے امام ہے غرض یہ دقیقہ معرفت یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ امامت ایک قوت ہے۔ کہ اس شخص کے جوہر فطرت میں رکھی جاتی ہے۔ کہ جو اس کام کے لئے ارادۂ الٰہی میں ہوتا ہے۔ اور اگر امامت کے لفظ کا ترجمہ کریں۔ تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ قوت پیشروی۔ غرض یہ کوئی عارضی منصب نہیں جو پیچھے سے لگ جاتا ہے۔ بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوت اور سننے کی قوت اور سمجھنے کی قوت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ آگے بڑھنے اور الٰہی امور میں سب سے اوّل درجہ پر رہنے کی قوت ہے اور اسی معنوں کی طرف امامت کا اشارہ کرتا ہے۔

تیسری قوت بسطت فی العلم ہے امامت کے لئے ضروری ہے۔ اور اس کا خاصہ لازمی ہے۔ چونکہ امامت کا مفہوم تمام حقائق اور معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے تمام دوسرے قویٰ کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے۔ اور ربّ زدنی علماً کی دعا میں ہر دم مشغول رہتا ہے۔ اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جوہر قابل ہوتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے۔ اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا۔ جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔ اس کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ اور اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو۔ تو حق اس کی طرف ہوتا ہے۔ کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نور فراست اس کی مدد کرتا ہے۔ اور وہ نور ان چمکتی ہوئی شعاؤں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ....

چوتھی قوت عزم ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے۔ اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا۔ اور نہ نومید ہونا اور نہ ارادہ میں سست ہو جانا۔ بسا اوقات نبیوں اور رسولوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں۔ ایسے ابتلاء پیش آجاتے ہیں۔ جو بظاہر ایسے مصائب میں پھنس جاتے ہیں۔ کہ گویا خدا تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور بسا اوقات ان کی وحی اور الہام میں فترت واقع ہو جاتی ہے کہ ایک مدت تک کچھ وحی نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات ان کی بعض پیشگوئیاں ابتلاء کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا۔ اور بسا اوقات ان کے مقصود کے حصول میں بہت کچھ توقف پڑ جاتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ دنیا میں متروک اور مخذول اور ملعون اور مردود کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص جو ان کو گالی دیتا ہے۔ تو خیال کرتا ہے کہ گویا میں بڑا ثواب کا کام کر رہا ہوں۔ اور ہر ایک ان سے نفرت کرتا۔ اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ سلام کا بھی جواب دے۔ لیکن ایسے وقتوں میں ان کا عزم آزمایا جاتا ہے۔ وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بے دل نہیں ہوتے۔ اور نہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں۔

پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے۔ جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے۔ اور اقبال علی اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت کہ جب سخت دشمن سے مقابلہ آپڑے۔ اور کسی نشان کا مطالبہ ہو۔ اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو یا کسی کی ہمدردی اور واجبات سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں۔ اور پھر ایسے جھکتے ہیں۔ کہ ان کے صدق اور اخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لاینفک سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے۔ اور ان کی محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے......

چھٹے کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہوتا ہے امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجے پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں۔ اور دینی عقیدے اور معضلات حل ہوتے ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں ان کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے۔ بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے۔ ان کی دعا کا جواب دیتا ہے۔ اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے صفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے۔ کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور امام الزمان کا ایسا الہام نہیں ہوتا جیسے ایک کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے۔ اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا۔ اور کہاں گیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی۔ بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اور امام الزمان کی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ جیسے کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے۔ اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا ان کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہو سکے"

(ضرورۃ الامام ۱۱ تا ۱۹)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت اہم اور قیمتی خط

آج سے چھیالیس برس قبل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حضور کی طرف سے ایک دردمندانہ اور پرخلوص دعا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک نہایت اہم اور قیمتی خط کا چربہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ یہ خط ۱۹۱۴ء میں جبکہ محترم خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب رضی اللہ عنہ سفر حج پر تشریف لے جا رہے تھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام تحریر فرمایا۔ اس کی غرض جیسا کہ خط سے ظاہر ہے یہ تھی کہ محترم خان صاحب مرحوم جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقامات مقدسہ کی زیارت کریں تو حضور اقدس کی طرف سے حضور کے الفاظ میں ہی ایک خاص دعا کریں۔ خط کا لفظ لفظ اس درد تڑپ اور تمنا کا آئینہ دار ہے جو اسلام اور احمدیت کے لئے حضور کے قلب صافی میں موجزن ہے۔ اس وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا زمانہ تھا اور غیر مبایعین کی طرف سے جو اس وقت جماعت احمدیہ کے اکابرین میں سمجھے جاتے تھے نظام خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع تھیں۔ خط میں انہی لوگوں کی سرگرمیوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے حضور نہایت دردمندی کے ساتھ دعائیں کی گئی ہیں۔ اس خط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کو اپنے حق پر ہونے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی صداقت پر شروع سے ہی کس درجہ یقین اور وثوق تھا۔

آج اس خط پر ۴۶ برس یعنے قریباً نصف صدی کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور کی تائید و نصرت فرمائی۔ اور جس طرح غیر معمولی رنگ میں حضور کے ذریعہ ہر جہت سے جماعت نے ترقی کی۔ اور اسلام کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک کامیابی کے ساتھ پہونچی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس خط میں حضور نے جو دعا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا اس طرح اپنی فعلی شہادت سے بتا دیا کہ حضور حق و صداقت پر قائم ہیں۔

اس زمانہ میں حضرت خان صاحب مرحوم کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اکثر خط و کتابت رہتی تھی۔ چنانچہ ان کے پاس حضور کے بہت سے اہم خطوط موجود تھے۔ جن میں سے بیشتر ۱۹۴۷ء میں ضائع ہو گئے۔ چند ایک خط خاکسار کے پاس محفوظ رہ گئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

(خاکسار :- خورشید احمد
(اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل)

مکرمی خانصاحب

السلام علیکم — میں آپکے لیے بہت دعا کرتا
ہوں اور انشاء اللہ کرونگا خدا تعالیٰ آپکے ساتھ ہو اور
آپکے سفر کو بابرکت کرے اور بخیریت واپس لاوے —
میرا ارادہ تھا کہ آپکو ایک دعائیہ خط لکھکر
دوں تا جب آپ میری طرف سے مدینہ منورہ اور مکہ میں
پڑھکر دعا مانگیں لیکن اب میرے دل کی کیفیت اسکی اجازت
نہیں دیتی — آپ اتنا ہی دعا کریں کہ الٰہی جس طرح
کہ تیری مرضی ہو وہی ہو اگر تیرے منشاء کے مطابق ہے تو
میرے دل کو مضبوط کر اور طاقت دے کہ میں تیرے کام کروں

سلسلہ کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں پر غالب کر
اور اگر اے خدا اگر جو کچھ میں کر رہا ہوں تیرے منشاء کے
خلاف ہے تو مجھے ہدایت دے اور اگر میرا وجود سلسلہ
کیلئے باعث فتنہ ہے تو مجھے میرے حبیب و محسن کے پاس
بلا دے کہ دل بے چین و بے قرار ہے

تازہ پیغام آپنے پڑھا ہوگا اب گویا سخت مقابلہ
شروع ہو گیا ہے - راستہ میں بہت دعا کریں اور
بہت ہی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ جماعت کا حامی و ناصر
و مددگار رہو - ہمیں اسلام کا خادم بنائے اور اسلام پر
ہمیں وفات دے زمانہ تاریک ہو رہا ہے اور
مصائب کے پہاڑ نظر آرہے ہیں مسیح موعود کا قائم کردہ سلسلہ
رنج و غم کے نیچے دبا ہوا نظر آتا ہے زندگی بیدل کر رہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مخلصین جماعت سے خطاب

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرو اور اس سے ہر قسم کے روحانی علوم حاصل کرنے کی کوشش کرو

دنیا میں وہی جماعت اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتی ہے جس کے افراد اپنے دلوں میں محبتِ الٰہی رکھتے ہوں

اگر ہماری جماعت حقیقی ایمان پر قائم ہو تو کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اس کے قدم کو متزلزل نہیں کر سکتی۔

فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء بمقام قادیان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ ایک غیر مطبوعہ تقریر ہے جو حضور نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء کو قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمائی۔ اس تقریر میں حضور نے نہایت لطیف پیرایہ میں جماعت کو تعلق باللہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح بعض تبلیغی سکیموں کا بھی حضور نے اس میں ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور کے ارشادات پر عمل کرنے اور ان کے مطابق اپنے اندر تغیر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ تقریر ادارہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

خاکسار:۔ محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی

فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ اگر انسان کو توفیق عطا فرمائے تو وہ

ایک چھوٹے سے چھوٹے نقطہ

اور ایک چھوٹے سے چھوٹے اشارے سے بھی وہ کچھ سمجھ لیتا ہے۔ جو بڑی بڑی کتابوں اور تقریروں سے بھی اسے حاصل نہیں ہوتا۔ یہی وہ مقام ہے جس میں انسان شیطانی حملہ سے کلی طور پر محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور روحانی میدان میں وہ کسی طرح شکست نہیں کھا سکتا۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ یہ بات بیان کی ہے۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم تھے۔ اور آپ ساری عمر ہی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اور پھر مجھے بھی آپ نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ پڑھایا۔ اور میری تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھا۔ لیکن اصل سبق جو انہوں نے مجھے دیا۔ اور جس کو میں آج تک نہیں بھولا وہ یہ تھا کہ

اللہ تعالیٰ پر توکّل

کر کے انسان کو اسی سے علوم سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ اپنی ذات میں ایک ایسا نکتہ ہے کہ اس کے سننے میں ان کا جتنا بھی مضمون جتنا کم ہے۔ اور جتنا بھی اس نصیحت پر عمل کیا جائے تھوڑا ہے۔

مجھے یاد ہے

حافظ روشن علی صاحب اور میں۔ دونوں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا کرتے تھے۔ بعض اور دوست بھی ہمارے اس سبق میں شریک تھے۔ حافظ صاحب کی عادت تھی کہ وہ بات بات پر بال کی کھال ادھیڑنے کی کوشش کرتے۔ اور بڑی سختی سے جرح کرتے تھے۔ ابھی ہم نے بخاری کا سبق شروع ہی کیا تھا۔ اور صرف دو چار سبق ہی ہوئے تھے۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ان کے سوالوں سے تنگ آگئے۔ وہ سبق کو چلنے ہی نہیں دیتے تھے۔ پہلے ایک اعتراض کرتے اور جب حضرت خلیفہ اول رضؓ اس کا جواب دیتے۔ تو وہ اس جواب پر اعتراض کر دیتے پھر جواب دیتے تو جواب الجواب پر اعتراض کر دیتے۔ اور اس طرح ان کے سوالات کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ کہتے ہیں۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے میری عمر اس وقت بیس اکیس سال کی تھی اور طبیعت بھی تیز تھی۔ حافظ صاحب کو سوالات کرتے دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ میں کیوں پیچھے رہوں۔ چنانچہ چوتھے دن میں نے بھی سوالات شروع کر دیئے۔ ایک دن تو

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

چُپ رہے مگر دوسرے دن جب میں نے بعض سوالات کئے تو آپ نے فرمایا حافظ صاحب کے لئے سوالات کرنے جائز ہیں تمہارے لئے نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا دیکھو تم بڑی مدت سے مجھ سے ملنے والے ہو۔ اور تم میری طبیعت سے اچھی طرح واقف ہو۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں بخیل ہوں۔ یا کوئی علم میرے پاس ایسا ہے جسے میں چھپا کر رکھتا ہوں۔ میں نے کبھی کوئی بات دوسروں سے چھپا کر نہیں رکھی۔ جو کچھ آتا ہے وہ بتا دیا کرتا ہوں۔ اب خواہ تم کتنے اعتراض کرو۔ میں نے تو بہر حال وہی کچھ کہنا ہے جو میں جانتا ہوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ بتا نہیں سکتا۔ اب کسی بات کے متعلق

دو ہی صورتیں

ہو سکتی ہیں۔ یا تو جو بات میں نے بتائی ہے وہ معقول ہے تم اسے سمجھے نہیں۔ اور یا پھر جو بات میں نے بتائی ہے۔ وہ غلط ہے اور تمہارا اعتراض درست ہے۔ اگر تو جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ غلط ہے۔ تو یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں بددیانتی سے تم کو دھوکہ دینے کے لئے کوئی بات نہیں کہتا۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اسے صحیح سمجھتے ہوئے ہی کہتا ہوں۔ ایسی صورت میں

خواہ تم کتنے اعتراض کرو

میں تو وہی کچھ کہتا چلا جاؤنگا۔ جو میں نے ایک دفعہ کہا۔ اور اگر میں نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے تو اس پر اعتراض کرنے کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایسی حالت میں اگر تم اعتراض کرو گے۔ تو اس سے تمہاری طبیعت میں ضد پیدا ہوگی۔ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس لئے

میری نصیحت یہ ہے

کہ تم سوالات نہ کیا کرو بلکہ خود سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اگر کوئی بات تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ تو اسے مان لیا کرو اور اگر سمجھ میں نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو۔ کہ وہ خود تمہیں سمجھائے۔ اور اپنے پاس سے علم عطا فرمائے۔ اس نصیحت کے بعد میں نے پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا کچھ دن گذرے۔ تو آپؓ نے حافظ صاحب کو بھی ڈانٹ دیا۔ کہ وہ دوران سبق میں سوالات نہ کیا کریں۔

نتیجہ یہ ہوا

کہ ہم نے روزانہ بخاری کا آدھ آدھ پارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ بے شک اور علوم بھی ہم پڑھتے تھے۔ لیکن بہر حال آدھ پارہ روزانہ تبھی ختم ہو سکتا ہے۔ جب طالب علم اپنے منہ پر مُہر لگا لے اور وہ فیصلہ کر لے کہ میں نے استاد سے کچھ نہیں پوچھنا۔ جو کچھ وہ بتائے گا اسے سنتا چلا جاؤنگا۔ پس علم حقیقی جو ہر قسم کے

شبہات و وساوس کا ازالہ

کر سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ اور وہی قوم دنیا میں علم کو وسیع طور پر پھیلا سکتی ہے۔ جس کا خدا تعالیٰ سے ایسا مضبوط تعلق ہو۔ کہ خدا تعالیٰ اسے اپنے پاس سے علم سکھائے۔ اور اس کی ہر مشکل کو دور کرے۔

میں بچہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ ابھی زندہ تھے کہ

میں نے ایک رویاؑ دیکھا

جو میں نے بارہا سنایا ہے۔ مگر وہ رویاء ایسا ہے کہ اگر میں اُسے لاکھوں دفعہ سناؤں تب بھی کم ہے۔ اور اگر تم اسے لاکھوں دفعہ سنو تب بھی کم ہے پھر اگر تم لاکھوں دفعہ سُن کر اس پر لاکھوں دفعہ غور کرو تب بھی اس کی اہمیت کے لحاظ سے یہ کم ہوگا۔ مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک جگہ کھڑا ہوں مشرق کی طرف میرا منہ ہے کہ یکدم مجھے آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے پیتل کا کوئی کٹورا ہو اور اسے انگلی سے ٹھکور دیں۔ تو اس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مجھے بھی ایسا محسوس ہُوا کہ کسی نے کٹورے کو انگلی ماری ہے اور اس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آواز پھیلنی اور بلند ہونی شروع ہوئی جیسا کہ آوازیں ہمیشہ جَوّ میں پھیلا کرتی ہیں پہلے تو وہ آواز مجھے سمٹی ہوئی معلوم ہوئی مگر پھر دُور دُور تک پھیلنی شروع ہوگئی جب وہ آواز تمام جَوّ میں پھیلنے لگی تو میں نے

ایک عجیب بات یہ دیکھی

کہ وہ آواز ساتھ ہی ساتھ ایک نظارہ کی شکل میں بدلتی چلی گئی۔ گویا وہ خالی آواز ہی نہ رہی بلکہ ساتھ ہی ایک نظارہ بھی پیدا ہوگیا۔ رفتہ رفتہ آواز بھی غائب ہو گئی اور صرف نظارہ رہ گیا پھر میں نے دیکھا کہ وہ نظارہ سمٹ سمٹا کر تصویر کا ایک فریم بن گیا۔ اُس فریم کو میں حیران ہو کر دیکھنے لگا کہ عجیب تماشا ہے کہ پہلے آسمان سے ایک آواز پیدا ہوئی۔ پھر وہ آواز جَوّ میں پھیلی۔ پھیل کر نظارہ بنی اور پھر اس نظارے نے تصویر کے ایک چوکھٹے کی صورت اختیار کر لی۔ اس فریم کی درمیانی جگہ خالی ہے جیسے تو لگے ہوئے ہیں مگر تصویر کوئی نہیں۔ مَیں اس فریم کو حیرت سے دیکھنے لگا کہ یہ بات کیا ہے کہ اس فریم میں کوئی تصویر نہیں۔ مگر ابھی کچھ زیادہ وقفہ نہیں گذرا تھا کہ میں نے دیکھا کہ اس فریم کے اندر ایک تصویر نمودار ہوگئی ہے۔ اِس پر مَیں زیادہ حیران ہُوا اور مَیں نے غور کرنا شروع کیا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ ابھی میں اس پر غور ہی کر رہا تھا کہ

تصویر ہلنی شروع ہوئی

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یکدم اس میں سے ایک وجود کود کر میرے سامنے آگیا اور اس نے مجھے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں کیا مَیں تم کو سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ مَیں نے کہا اگر تم مجھے سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھا دو تو اور کیا چاہیئے اس نے کہا تو پھر سنو۔ چنانچہ مَیں بھی کھڑا ہوں اور وہ بھی۔ اس نے تفسیر بیان کرنا شروع کر دی اور مَیں اسے سنتا رہا۔ جب وہ ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچا تو کہنے لگا آج تک جس قدر مفسرین نے تفسیریں لکھی ہیں اُن سب نے صرف اس آیت تک تفسیر لکھی ہے۔ آگے تفسیر نہیں لکھی۔ مجھے خواب میں فرشتہ کی اس بات پر حیرت محسوس ہوتی ہے۔ مگر زیادہ حیرت نہیں۔ جاگتے ہوئے تو اگر کوئی شخص ایسی بات کہے تو دوسرا فوراً شور مچانے لگ جائے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ مفسرین نے تو سارے قرآن کی تفسیریں لکھی ہیں۔ مگر خواب میں مجھے فرشتہ کی اس بات پر حیرت نہیں ہوتی اور

مَیں سمجھتا ہوں

کہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ میں تمہیں آگے بھی تفسیر سکھاؤں۔ میں نے کہا ہاں سکھاؤ۔ چنانچہ اس نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیرالمغضوب علیھم ولا الضالین تک ساری تفسیر سکھا دی اور میری آنکھ کھل گئی۔ اُس وقت مجھے فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے دو تین باتیں یاد تھیں لیکن چونکہ دو تین بجے کا وقت تھا۔ مَیں بعد میں پھر سو گیا۔ نتیجہ ہُوا کہ جب مَیں دوبارہ اٹھا تو مجھے ان باتوں میں سے کوئی بات بھی یاد نہ رہی۔ صبح اُٹھ کر میں خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھنے کے لئے گیا۔ اُس وقت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ مجھے طب پڑھایا کرتے تھے۔ بخاری غالباً ابھی شروع نہیں کی تھی یا شاید شروع کی ہوئی ہو (مجھے اب صحیح طور پر یاد نہیں) میں نے آپ سے کہا کہ آج میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے

سورہ فاتحہ کی تفسیر

سکھائی گئی ہے۔ چنانچہ میں نے اس رویاء کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ رویا سنتے وقت حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگ گیا۔ جب رویا ختم ہُوا تو آپ نے فرمایا اُن باتوں میں سے کچھ ہمیں بھی سناؤ جو فرشتہ نے تمہیں سکھائی ہیں۔ میں نے کہا وہ تین باتیں مجھے یاد تھیں۔ مگر چونکہ بعد میں مَیں سو گیا۔ اس لئے وہ باتیں مجھے یاد نہیں رہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر فرمانے لگے۔ تم نے بڑی غفلت کی کہ

فرشتہ کی سکھائی تفسیر

کو بھلا دیا۔ اگر تمہیں ساری رات بھی جاگنا پڑتا تو تمہیں چاہیئے کہ تم جاگتے اور اُن باتوں کو لکھ لیتے۔ سونے کے بعد تو خواب بدل جایا کرتا ہے۔ اس وقت میرے دل میں بھی ندامت پیدا ہوئی اور مجھے احساس ہُوا کہ اگر میں فرشتہ کی بتائی باتوں کو لکھ لیتا تو اچھا ہوتا کیونکہ پہلے کسی اور تاویل کی طرف میرا ذہن نہیں جاتا تھا۔ مگر بعد میں مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا متواتر میرے ساتھ یہ سلوک ہے کہ جب میں سورہ فاتحہ پر غور کروں وہ ہمیشہ

اِس صورت کے نئے مطالب

مجھ پر کھولتا ہے ابھی گذشتہ سال اللہ تعالیٰ نے اسلام کی اقتصادی سیاسی اور تمدنی ترقی کے متعلق سورہ فاتحہ سے ایک لمبا مضمون مجھے بتایا۔ وہ مضمون اپنی ذات میں اس قدر اہم اور عظیم الشان ہے کہ اگر اس کو پوری طرح سمجھ لیا جائے تو ان تمام مفاسد کو کامیاب طور پر رد کیا جا سکتا ہے جنہوں نے آج دنیا کو نئی قسم کی مشکلات میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ گویا سورہ فاتحہ صرف روحانی ترقی کے ذرائع ہی بیان نہیں کرتی بلکہ اس میں ہر قسم کے فلسفی سیاسی اور اقتصادی جھگڑوں کے دور کرنے کے ذرائع بھی بیان کئے گئے ہیں اور ایسے طریق بتائے گئے ہیں۔ جن پر چلکر دجال کی ظاہری شان و شوکت کو مٹایا جا سکتا ہے۔ بہرحال ایک لمبے عرصہ سے اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ سلوک چلا آرہا ہے کہ وہ ہمیشہ سورۂ فاتحہ کے نئے حقائق مجھ پر روشن فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا کا کوئی اہم مسئلہ نہیں جس کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے میں نے سورہ فاتحہ پر غور کیا اور مجھے اس کا صحیح حل اس صورت سے نہ مل گیا ہو۔ جس وقت میں نے یہ رویاء دیکھا ہے

میری عمر ۱۷ سال تھی

اور اب میری عمر ستاون ۵۷ سال ہے۔ گویا چالیس سال اس رویاء پر گذر چکے ہیں۔ اس چالیس سالہ عرصہ میں کبھی ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہُوا کہ دشمن نے کوئی اعتراض کیا ہو اور اس کا جواب تفصیلی طور پر قرآن کریم سے معلوم نہ ہوا تو اجمالی طور پر سورہ فاتحہ سے نہ مل گیا ہو اور میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایسا متواتر اور مسلسل سلوک ہے کہ اس کے خلاف کبھی ایک دفعہ بھی نہیں ہوا اسی طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ میں نے سورہ فاتحہ پر غور کیا ہو تو اس کے بیسیوں نئے مضامین مجھ پر نہ کھولے گئے ہوں بے شک کچھ مضامین ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمیشہ دہرانے پڑتے ہیں۔ مگر ان مضامین کے علاوہ جب بھی میں نے سورہ فاتحہ پر غور کیا ہے ہمیشہ کچھ نہ کچھ زائد مضامین بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے عطا کئے گئے ہیں

تفسیر کبیر کی پہلی جلد

جب میں نے لکھنی شروع کی تو اس وقت میں چاہتا تھا کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر کو تیس چالیس صفحات میں ہی ختم کر دیا جائے کیونکہ میرا منشاء یہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے تفسیری نوٹوں کے ساتھ جلد سے جلد سارا قرآن کریم شائع کر دیا جائے پس چونکہ ارادہ یہ تھا کہ مختصر نوٹ ہوں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر کو تیس چالیس صفحات تک ہی محدود رکھا جائے اور چونکہ پرانے مضامین ہی اس کثرت کے ساتھ ہیں کہ اگر ان کو لکھا جائے تو وہ تیس چالیس صفحات میں نہیں آ سکتے اس لئے میں نے سمجھا کہ اس تفسیر کے لئے کسی نئے مضمون کی ضرورت نہیں پرانے مضامین ہی کافی ہیں مگر لکھتے لکھتے مجھے خیال آیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس وقت بھی کوئی نیا نکتہ سمجھا دے تو یہ اس کا فضل اور احسان ہوگا۔ چنانچہ اِدھر

میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی

اور اُدھر فوری طور پر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے سورۂ فاتحہ کے چند ایسے نئے نکات سمجھا دئے جو پہلے کبھی ذہن میں نہیں آئے تھے اور جو نہایت اہم اور اصولی نکتے تھے جن کا سلسلہ اور اسلام کی ترقی کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ چنانچہ میں نے ان نکات کو بھی تفسیر میں درج کر دیا غرض میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ سلوک چلا آرہا ہے کہ وہ غور کرنے پر سورہ فاتحہ کے نئے سے نئے مطالب مجھ پر روشن فرماتا ہے اور درحقیقت علم وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔ بندہ اگر دوسرے کو کچھ سکھا سکتا ہے۔ معمولی معمولی ضرورتیں بھی پوری طور پر دوسرے کو نہیں بتا سکتا پھر

علمی اور اخلاقی اور روحانی ضرورتیں

کوئی انسان دوسرے کو کس طرح بتا سکتا ہے اور کس طرح کوئی انسان دوسرے کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے

میں آجکل بیمار ہوں

میں نے دیکھا ہے بعض دن مجھ پر ایسے گذرتے ہیں کہ نہ میں پیشاب کے لئے جا سکتا ہوں نہ پاخانہ کے لئے۔ چارپائی پر ہی پاٹ رکھنا پڑتا ہے اور حالت ایسی ہوتی ہے کہ نہ دائیں کروٹ بدل سکتا ہوں نہ بائیں بالکل سیدھا لیٹا رہتا ہوں اور ۱۰-۱۰ ۱۲-۱۲ بلکہ بعض دفعہ ۲۴-۲۴ گھنٹہ تک یہی حالت رہتی ہے اگر اس دوران میں افاقہ بھی ہو تو بہت معمولی ہوتا ہے ایسی حالت میں اگر بیوی بعض دفعہ تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے کسی کام کے لئے جانا چاہے اور وہ کہے کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتا دیں۔ تو میں نے دیکھا ہے دو چار منٹ کی ضرورتیں بھی پورے طور پر نہیں بتائی جا سکتیں۔

بعض دفعہ خیال آتا ہے

کہ کوئی ضرورت نہیں مگر اس کے جاتے ہی کئی قسم کی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں بعض دفعہ کہا جاتا ہے صرف دوائی پاس رکھ دو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں مگر بعد میں خیال آتا ہے کہ ایک ضروری خط لکھنا تھا اس کے لئے قلم چاہیئے۔ مگر اس وقت کوئی ایسا شخص قریب نہیں ہوتا۔ جسے قلم پکڑانے کے لئے کہا جاتے۔ جب

چھوٹی چھوٹی ضرورتیں

بھی انسان دوسرے کو پورے طور پر نہیں بتا سکتا تو دین کے معاملہ میں کون شخص ایسا ہو سکتا ہے جو اول سے آخر تک تمام باتیں دوسروں کو بتا سکے۔ اگر دوسروں کی بتائی ہوئی باتوں پر ہی انسان اپنا انحصار رکھے اور خدا تعالیٰ سے اس کا ذاتی تعلق نہ ہو تو عملی زندگی میں اس کی یہی حالت رہے گی کہ ع

دیکھو تو سر کار اس میں شرط یکھی نہیں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لو۔ آپ نے قرآنی احکام کی کس قدر تشریح کی ہے اور کس کثرت کے ساتھ آپ نے اپنی امت کو روحانی مسائل سکھائے ہیں مگر باوجود ان تمام تشریحات کے ہر زمانہ میں نئے سوال پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کے لئے کوئی نیا مثیل محمدؐ پیدا ہوتا ہے اور وہ لوگوں کے پیدا کردہ شبہات و وساوس

کا ازالہ کرتا ہے اور یہ سنت اللہ ایسی ہے جو ہر زمانہ میں جاری رہتی ہے۔ ہر زمانہ کی الگ الگ ضرورتیں ہوتی ہیں اور ہر زمانہ میں دشمنانِ اسلام کی طرف سے نئے نئے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اسلئے ضروری ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ان کے اعتراضات کے جوابات اور اسلام کے احیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے مثیل محمدؐ پیدا ہوں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں

کہ ہم جس قدر باتیں بیان کرتے ہیں وہ قرآن کریم میں موجود ہوتی ہیں۔ احادیث سے ان کی تائید ہوتی ہے آئمہ سلف کی شہادت ان کے حق میں موجود ہوتی ہے یہ نہیں کہ ہم اپنے پاس سے وہ باتیں بتاتے ہیں ہم جو کچھ مال پیش کرتے ہیں وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی مال ہوتا ہے۔ مگر بہر حال ہر زمانہ کے مفاسد کے لحاظ سے پرانی باتوں کو نئے الفاظ میں پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ دشمن اپنے اعتراضات کی کمزوری سے واقف ہو کر شرمندہ ہو۔ اور چونکہ اعتراضات ہمیشہ بدلتے چلے جاتے ہیں اور کوئی ایک شخص تمام باتیں پورے طور پر نہیں بتا سکتا۔ اس لئے اصل چیز جس کی طرف ایک مومن کو ہمیشہ توجہ رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق پیدا ہو جائے تاکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے پاس سے اسے علم سکھائے دوسرے انسانوں احتیاج جاتی رہے۔

حقیقت یہ ہے

کہ دنیا میں کوئی جماعت زندہ نہیں رہ سکتی اور کوئی جماعت کامیاب طور پر اپنے فرائض کو ایک لمبے عرصہ تک ادا نہیں کر سکتی جب تک اس کے افراد میں یہ تڑپ نہ ہو کہ ہمارا خدا تعالیٰ سے ایسا مضبوط تعلق ہو جائے کہ کہ خدا کا پیار ہمیں حاصل ہو ہم اسکے نام پر فدا ہونے والے ہوں۔ اور وہ ہماری ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو۔ جبتک یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر نہ ہوتا چلا جائے اور محبت الٰہی اپنے کمال کو نہ پہونچ جائے۔ اس وقت تک کوئی انسان تنزل سے محفوظ نہیں رہ سکتا نجات اسی کے لئے ہے جس نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی اور پھر اس محبت کو اس حد تک بڑھایا کہ اسکے رگ و ریشہ میں اس کا اثر سرایت کر گیا۔

دوسری بات جس کی طرف میں

جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں

یہ ہے کہ تمہیں احمدیت پر کامل یقین اور ایمان

رکھنا چاہیئے کہ خواہ دنیا تمہاری کس قدر مخالفت کرے اور تمہاری کامیابی کے راستہ میں کس قدر روڑے اٹکائے تم نے بہر حال جیتنا ہے۔ اگر تم میں سے کسی شخص کے دل میں یہ وسوسہ ہے کہ اس نے نہیں جیتنا۔ تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ بھی اسے احمدی نہیں سمجھتا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسے احمدی نہیں سمجھتے حضرت مسیح موعود بھی اسے احمدی نہیں سمجھتے۔ اور میں بھی اسے احمدی نہیں سمجھتا جس شخص کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ وسوسہ پیدا ہو جاتے کہ ہم دنیا کے مقابلہ میں ہار جائیں گے۔ دنیا جیت جائے گی اور ہم اپنے مقصد میں ناکام رہیں گے وہ ہرگز احمدی نہیں اور اس نے قطعاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد اور اس کی بعثت کی غرض کو نہیں سمجھا۔ جس شخص کے آنے کی

امت محمدیہ کے تمام اولیاءؑ

خبر دیتے چلے آئے ہیں۔ جس شخص کے آنے کی گذشتہ انبیاء نے تک نے خبریں دی ہیں اور جس شخص کے آنے کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آنا قرار دیا ہے اگر اس نے بھی دنیا کے مقابلہ میں ہار جانا ہے تو اسکے معنے یہ ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہار گئے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقیناً ہار نہیں سکتے اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہار نہیں سکتے تو آپؐ کا مثیل کیسے ہار سکتا ہے۔ پس ہم نے یقیناً جیتنا ہے۔ مگر ہم کس طرح جیتیں گے ؟ یہ ابھی عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ فتح اور غلبہ کے حصول کے لئے جس انتہائی اخلاص اور قربانی کی ضرورت ہوتی ہے وہ بہ تمام وکمال ابھی ہمارے پاس نہیں یا اگر ہے تو جماعت کے افراد اس سے پوری طرح کام نہیں لیتے ہماری جماعت میں بے شک

قربانی کی بہت بڑی روح

پائی جاتی ہے اور یہ قربانی اور ایثار کا مادہ اس حد تک ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے کہ جب میں اپنی جماعت کی بعض قسم کی قربانیوں کو دیکھتا ہوں یا جب میں اپنی جماعت کے بعض افراد کی قربانیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے حیرت آتی ہے کہ ایسے مواد کی موجودگی میں اللہ تعالےٰ کے وعدوں کے پورا ہونے میں کیوں دیر ہو رہی ہے اور کیوں ہماری جماعت کو موجودہ حالت سے بہت بڑھ کر ترقی حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن جب میں اپنی جماعت کے کمزور طبقہ پر اپنی نگاہ دوڑاتا ہوں اور قومی کاموں میں اس کی کمزوری اور غفلت

کا مشاہدہ کرتا ہوں ہوتو

مجھے حیرت آتی ہے

کہ جماعت کو وہ ترقی ملی کیوں جو اسے حاصل ہے۔ گویا میری حالت بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسے آئینہ خانہ میں جانے والے کی ہوتی ہے۔ جس طرح وہ حیران و پریشان سا ہو جاتا ہے اسی طرح میں بھی جب جماعت کے بعض لوگوں کی یا تمام جماعت کی بعض قسم کی قربانیوں کو دیکھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس ایثار اور قربانی کے باوجود ہماری جماعت نے کیوں موجودہ حالت سے بہت زیادہ ترقی نہیں کی اور کیوں الٰہی مدد اور اس کی نصرت کے نزول میں دیر ہو رہی ہے لیکن جب میں بعض لوگوں کی کمئی اخلاص اور ان کے ناقص اعمال کو دیکھتا ہوں اور دینی معاملات میں ان کی غفلت اور کوتاہی پر نظر دوڑاتا ہوں تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے کمزور طبقہ کے ہوتے ہوئے ہماری جماعت کو جو ترقی ہوئی ہے وہ کیسے ہوئی ہے بہر حال خواہ کمزور طبقہ کی کمزوری اور اس کی غفلت جماعت کے لئے کسقدر اندوہناک ہو

یہ یقینی اور قطعی امر ہے

کہ ہم نے دنیا پر غالب آنا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ ہم نے کس ذریعہ سے اور کن طریقوں سے جیتنا ہے اور پھر یہ بھی کہ اسلام کی اس فتح اور غلبہ میں ہمارا اور ہمارے عزیزوں کا کس قدر حصہ ہوگا۔ میں

تمہارے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کہ تم اپنے دلوں میں کیا خیالات رکھتے ہو لیکن میں اپنے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ میرے دل میں یقیناً یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اسلام اور احمدیت کو جو فتح حاصل ہونے والی ہے اس میں میرا اور میری اولاد اور میرے پیاروں کا بھی حصہ ہو

مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت اخلاص کے اس بلند مقام تک نہیں پہنچی جس کے بعد کوئی لغزش انسانی قدم کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ اگر تم سارے کے سارے اپنے دل میں یہ سمجھتے ہو کہ ہماری جماعت کا ہر فرد مخلص ہے تو

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں

کہ یہ خیال درست نہیں۔ اگر تم اپنے دماغ کا تجزیہ کرو اپنے اعمال پر نظر ڈالو اور

اسلام کے لئے جو کچھ تم سے مطالبات کئے جا رہے ہیں اُن پر غور کرتے ہوئے اپنی قربانیوں کو دیکھو تو تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ تم میں سے ہر فرد مخلص نہیں۔ کئی چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو سلسلہ سے حقیقی اخلاص اور محبت رکھنے والا کبھی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ مگر جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ان باتوں پر ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اسلئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جماعت کا ہر فرد مخلص ہے یا ہر فرد سلسلہ کے لئے قربانی کرنے کا انتہائی جذبہ اپنے دل میں رکھتا ہے لیکن بہر حال ایسے لوگ مونہہ سے تو میری طرف ہی اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور ان کی کمزوریاں جماعت کے دوسرے طبقہ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم ان کی اصلاح سے غافل نہیں ہو سکتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ رات کو جب مجھے اپنی جماعت کے اِس کمزور طبقہ کا خیال آتا ہے تو میری نیند اُڑ جاتی ہے اور میں گھنٹوں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ

خدایا میں کیا کروں

اور کس طرح اس طبقہ کی اصلاح کروں۔ میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے میں ان کے دلوں کے گند کو دور کر سکوں۔ انسانی طاقت میں کسی کی اصلاح کے جس قدر ذرائع ممکن ہیں وہ تمام ذرائع میں استعمال کرتا ہوں۔ میں تعلیم قرآن بھی دیتا ہوں۔ میں قربانی کی روح پیدا کرنے کے لئے تقریریں بھی کرتا ہوں اور شاید میں نے اتنی تقریریں کر لی ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو بڑے سے بڑے مصنف کی کتابوں سے بھی بڑھ جائیں اور بیسیوں مجلدات اُن سے تیار ہو جائیں مگر باوجود ان تمام باتوں کے ابھی ایک طبقہ ایسا ہے جس کے دل میں دین کی اشاعت کے لئے وہ دھن اور جنون نہیں جو صحابہؓ کے اندر پایا جاتا تھا۔ دیکھو

کامیابی حاصل کرنے کا ایک گر

یہ ہوتا ہے کہ قوم کی اکثریت درست ہو جائے۔ جب کسی قوم کی اکثریت درست ہو جائے تو وہ اقلیت پر غالب آ جایا کرتی ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلو گے تم ہدایت پا جاؤ گے اس حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی اکثریت کو ہدایت یافتہ قرار دیا ہے اور بایھم میں اسی طرف اشارہ ہے ورنہ مسلمانوں میں بعض منافق بھی تھے اور اس کا خود احادیث سے پتہ چلتا ہے مگر چونکہ کثرت ایسی تھی جس کی اصلاح ہو چکی تھی۔ اسلئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اقلیت کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلو گے تمہیں نظر آ جائے گا کہ وہ خدا کے ساتھ چل رہا ہے۔ اسلئے ممکن ہی نہیں کہ تم گمراہ ہو جاؤ

اصل بات یہ ہے

کہ ہدایت خدا تعالےٰ سے ملتی ہے اور وہی شخص دوسروں کے لئے ہدایت کا موجب بن سکتا ہے۔ جس کا خدا تعالےٰ سے ایسا مضبوط تعلق ہو کہ اسکی کوئی حرکت اور اس کا کوئی فعل اللہ تعالےٰ کے منشاء اور اس کے احکام کے خلاف نہ ہو۔ پس چونکہ قطعی ہدایت اللہ تعالےٰ کے پاس ہے۔ اس لئے دوسروں کے لئے بھی ہدایت کا موجب وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے ساتھ چل رہا ہو۔ اور جس کی نگاہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی طرف ہی اٹھتی ہو۔ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ خدا تعالےٰ کے پیچھے چل رہے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسبات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ میرے صحابہؓ اللہ تعالےٰ سے کیسا مضبوط تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے آپ نے فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان کی اکثریت ہدایت پر قائم ہے۔ اس لئے تم ان میں سے جس شخص کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پا جاؤ گے کیونکہ وہ خدا کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ یہ جماعت ہے جو جیتا کرتی ہے۔ اور

ایسی ہی جماعت کی ہمیں ضرورت ہے

جب تک اس قسم کی جماعت پیدا نہ ہو اس وقت تک خواہ دس ہزار عالم روزانہ پانچ پانچ سات سات تقریریں کرتے رہیں دنیا میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہو سکتا لیکن جس دن یہ جماعت پیدا ہو جائے گی۔ اس دن تم میں سے ہر شخص عالم ہوگا۔ تم میں سے ہر شخص عارف ہوگا اور تم میں سے ہر شخص کو خدا تعالےٰ اپنے پاس سے علم سکھائے گا۔

ہم نے دیکھا ہے

بعض دفعہ معمولی معمولی عورتوں کے مونہہ سے ایسی ایسی معرفت کی باتیں نکلتی ہیں کہ ان کو سن کر دل خوشی سے اچھلنے لگ جاتا ہے میں نے خود بعض جاہل اور اَن پڑھ مردوں سے دین کے ایسے ایسے نکات سُنے ہیں کہ میں نے ان کا گھنٹوں اپنے دل میں مزہ اٹھایا ہے۔ کیونکہ ظاہری لحاظ سے جاہل اور اَن پڑھ ہونے کے باوجود اُن کا خُدا سے تعلق تھا اور خدا نے ان کو اپنے پاس سے علم سکھایا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ سب سے بڑی چیز تعلق باللہ ہے۔ جب کوئی شخص سچے دل سے خدا کا ہو جائے اور وہ اپنی تمام خواہشات اور ارادوں کو اس کے لئے ترک کر دے تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسے ضرور نئے علوم سکھائے جاتے ہیں اور وہ معرفت اور حکمت میں ترقی کرتے ہوئے کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے۔

موجودہ بیماری میں مجھے جماعت کے متعلق سب سے زیادہ احساس اسی بات کا ہے کہ ہماری جماعت کے افراد کا

خدا تعالےٰ سے ایسا مضبوط تعلق ہو جائے

کہ اللہ تعالےٰ خود ان کو اپنے پاس سے علم سکھائے اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کرے یہ بیماری عام طور پر لمبی چلتی اور بار بار دورہ کرتی ہے خصوصاً اس عمر میں جس میں سے میں گذر رہا ہوں۔ اگر کسی کو یہ مرض ہو جائے۔ تو عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ مرض دور نہیں ہوتا۔ اس بناء پر میرے لئے یہ مسئلہ اس بیماری میں اور بھی اہم ہو گیا اور اس پر غور کرنا میرے لئے ضروری ہو گیا میں ہمیشہ ہی

اس مسئلہ کو سوچتا رہا ہوں

کہ آخر ایک دن ایسا آئے گا جب میرا کام ختم ہو جائیگا اس دن سے پہلے پہلے اگر میں اس اصلاح میں کامیاب ہو جاؤں جو جماعتی ترقی کیلئے ضروری ہے اور جس کے بعد جماعت کا قدم اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی تنزّل کی طرف نہیں جا سکتا تو یہ

میرے لئے انتہائی خوشی کا مقام ہوگا

میں نے قدم بقدم خدا تعالےٰ سے دعائیں اور استمداد کرتے ہوئے مختلف رستے تجویز کئے اور رفتہ رفتہ میں نے ان رستوں کو جماعت کے سامنے پیش کیا۔ مجھے خوشی ہے کہ جماعت نے میری اُن تجاویز پر ایک حد تک عمل کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے جماعت کو ایسی برکت عطا فرمائی کہ وہ اپنی تعداد اور اپنے وقار کے لحاظ سے کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ کجا تو یہ حالت تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جو آخری سالانہ جلسہ ہوا اس میں شامل ہونے والوں کی کل تعداد سات سو تھی اور حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں جو آخری سالانہ جلسہ ہوا اس میں شامل ہونے والوں کی کل تعداد ۱۱۰۰ سو تھی اور کجا یہ حالت ہے کہ اب

ہمارے جلسہ کی حاضری

اللہ تعالےٰ کے فضل سے ۴۰-۵۰-۳ ہزار کے قریب پہونچ چکی ہے گویا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آخری سالانہ جلسہ پر جس قدر آدمی آئے تھے اُن سے ۵۰ گنا زیادہ آدمی آج ہمارے سالانہ جلسہ میں موجود ہیں اور یہ تعداد ایسی ہے جس میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہر سال زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے میں نے بارہا بتایا ہے گو میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں تقریر کرنے کے بعد یہاں سے زندہ اُٹھوں گا یا نہیں (مگر جو کچھ میں کہتا ہوں (اور میں وہی کچھ کہتا ہوں جو مجھے خدا نے کہا) وہ یہ ہے کہ میرے آخری سانس تک خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے لئے غلبہ اور ترقی اور کامیابی ہی مقدر ہے اور کوئی اس الٰہی تقدیر کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسبات پر خواہ کوئی ناراض ہو۔ شور مچائے۔ گالیاں دے یا بُرا بھلا کہے اس سے خدائی فیصلہ میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا یہ تقدیر مبرم ہے جس کا

خُدا آسمان پر فیصلہ کر چکا ہے

کہ وہ میری زندگی کے آخری لمحات اور میرے جسم کے آخری سانس تک جماعت کا قدم ترقی کی طرف بڑھتا چلا جائیگا جسطرح خدا کی بات بہت کو کوئی شخص بدل نہیں سکتا اس طرح خدا تعالیٰ کے کلام اور اسکے وعدہ کو بھی کوئی شخص بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ زمین و آسمان کے خدا کا وعدہ ہے کہ بہرحال میری زندگی میں جماعت کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائیگا۔ میں نہیں جانتا کہ میرے بعد کیا ہوگا مگر بہرحال یہ خدائی فیصلہ ہے میری زندگی میں کوئی انسانی طاقت اس سلسلہ کی ترقی کو روک نہیں سکتی

خدا نے اس جماعت اور سلسلہ کی ترقی کو میری ذات سے وابستہ کر دیا ہے اور اس نے اپنے نام اور اپنی طاقت اور اپنے جلال کے اظہار کے لئے مجھے چن لیا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ میں ایک نہایت کمزور اور جاہل انسان ہوں خدا نے اپنے نام کی اشاعت اور اپنے جلال کے اظہار کو میرے نام کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جس طرح لکڑی کے تختہ پر کوئی بادشاہ یا شہزادہ سوار ہو جائے تو جب لکڑی کا تختہ پانی میں تیرے گا لازماً بادشاہ بھی اس کے ساتھ ہی ادھر اُدھر ہوگا۔ اُس وقت کوئی شخص حقارت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ لکڑی کا تختہ ہے اور میں اسے توڑ پھوڑ دوں کیونکہ اس تختہ پر بادشاہ سوار ہوتا ہے اور اس لکڑی کو چھیڑنے کے معنے تخت شاہی کو چھیڑنے کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو مجھ کو چھیڑے گا وہ مجھ کو نہیں بلکہ عرش الٰہی کو چھیڑے گا۔ کیونکہ خدا نے اپنے جلال کا اظہار میرے نام سے وابستہ کر دیا ہے لیکن بہرحال میں نے ایک دن مرنا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص عارضی اور فانی کاموں کے متعلق بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جائیں۔ پھر جو چیز بمنزلہ جان اور روح ہو اس کے متعلق کون شخص پسند کر سکتا ہے کہ وہ اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے خدا تعالیٰ کے نام کی بلندی اور اس کے جلال کا اظہار ہر مومن کی جان اور اس کی روح ہے۔ پھر کوئی مومن یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہے کہ میں مروں تو خدا تعالیٰ کا نام بھی دنیا سے مٹ جائے۔ اسی طرح میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام صرف میرے ساتھ وابستہ نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کا نام تمہارے ساتھ وابستہ ہو جائے کیونکہ انسان مر سکتا ہے مگر قوم نہیں مر سکتی۔ جب کوئی نام کسی قوم کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو پھر وہ چلتا چلا جاتا ہے اور قوم کے بیٹے نسلاً بعد نسلٍ اُس مقدس امانت کے حامل بنتے چلے جاتے ہیں۔ درحقیقت فرد کے ساتھ کسی چیز کی وابستگی قومی لحاظ سے کوئی بڑا کمال نہیں ہوتا۔ قومی لحاظ سے بڑائی تبھی ہوتی ہے جب قوم سے اللہ تعالیٰ کا نام وابستہ ہو جائے۔ اسی لئے

مجھے ہمیشہ یہ تڑپ رہتی ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے اور اس سے سچا اور مخلصانہ تعلق تم کو حاصل ہو اور میں اس غرض کے لئے ہمیشہ کئی قسم کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ میں نے ہزاروں رستے اور ہزاروں ذرائع تمہارے سامنے رکھے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ان ذرائع پر عمل کر کے سینکڑوں اور ہزاروں مخلص بھی پیدا ہوئے مگر پھر بھی ہماری جماعت میں حقیقی اخلاص کی ابھی کمی ہے جس کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے متواتر دعائیں کرتا رہتا ہوں اب اس موقعہ پر میں ایک دفعہ پھر

جماعت کو توجہ دلاتا ہوں

کہ یاد رکھو کہ میری موت یا حیات تو کوئی چیز ہی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت بڑی چیز تھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ان سے بھی بڑی چیز تھی مگر اس حقیقت کے باوجود میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اگر جماعت حقیقی ایمان پر قائم ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے سچا اور مضبوط تعلق رکھتی ہو تو کسی بڑے سے بڑے نبی کی وفات بھی اس کے قدم کو متزلزل نہیں کر سکتی ـــ بلکہ بعض برکات اور ترقیات ایسی ہوتی ہیں جو انبیاء کی وفات کے بعد قوم کو حاصل ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ قوم صحیح رنگ میں ایمان پر قائم ہو۔ پس

اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرو

اور اپنے نفوس میں ایسا تغیر رونما کرو کہ تمہارے دلوں میں یہ بات گڑ جائے کہ ہم نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے وابستہ کرنا ہے اور اس کی محبت اور پیار کو حاصل کرنا ہے۔ جب کسی کو

خدا تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے

تو پھر نصیحت کی آواز خود انسان کے اندر سے پیدا ہوتی ہے بیرونی نصیحتوں کی اُسے ضرورت نہیں رہتی۔

ہماری جماعت کو یہ امر بھی کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ مقدر کر رکھا ہے کہ ہم اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کریں مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ساری دنیا میں اپنی آواز پہنچانے کے لئے دنیا کے تمام ممالک میں اپنے مبلغین پھیلانے کی کوشش کریں۔ میں ایک لمبے غور کے بعد

اس نتیجہ پر پہنچا ہوں

کہ اگر ہم صحیح طور پر تبلیغ کرنا چاہیں تو فی مرکز ہمیں کم از کم چھ مبلغ رکھنے چاہئیں یہ تعداد اگرچہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں اور ایک وسیع علاقہ میں چھ مبلغین کا ہونا کوئی معنے نہیں رکھتا لیکن پھر بھی اگر بیج کے طور پر ہم اپنی تبلیغ کو دنیا میں پھیلانا چاہیں تو اس سے کم میں ہمارا گذارہ نہیں ہو سکتا یہ چھ مبلغ جو ایک علاقہ کے لئے تجویز کئے گئے ہیں اس سے مراد کوئی چھوٹا علاقہ نہیں بلکہ سردست

ہمارے مدنظر یہ ہے

کہ اگر ہم یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ جیسے وسیع ملک میں اپنا مرکز قائم کریں تو وہاں بھی اپنے چھ مبلغ رکھیں حالانکہ وہاں کی آبادی بارہ کروڑ ہے اور وہ ہندوستان سے دوگنا ملک ہے اسی طرح ہم یہ چھ مبلغ آسٹریلیا کے لئے تجویز کر رہے ہیں حالانکہ وہ ہندوستان سے تگنا علاقہ ہے۔ لیکن بظاہر یہ تعداد خواہ کس قدر ناکافی ہو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم جو بھی مشن قائم کریں اس کو کامیاب طور پر چلانے کے لئے ایک علاقہ میں ابتدائی طور پر چھ مبلغ رکھیں۔ ان چھ مبلغین میں سے ایک تو ایسا ہوگا جس کا کام یہ ہوگا کہ وہ مرکز میں بیٹھ کر رات دن کام کرے جو لوگ ملنے کے لئے آئیں ان سے تبادلۂ خیالات کرے انہیں سلسلہ کے حالات بتائے مکان اور مسجد وغیرہ دکھائے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرے گویا وہ مرکزی انچارج ہوگا۔ دوسرے مبلغ کا یہ کام ہوگا کہ وہ

علمی طبقہ سے اپنے تعلقات رکھے

اور انہیں احمدیت کی خصوصیات وغیرہ سے آگاہ کرتا رہے مثلاً جو لوگ عربی یا فارسی جاننے والے ہوں یا اسلامی اصول سے دلچسپی رکھتے ہوں یا خلاً پادری وغیرہ جو مذہبی آدمی سمجھے جاتے ہیں ایسے تمام لوگوں سے اس کے تعلقات ہوں۔ اسی طرح علمی اداروں میں اس کی آمد و رفت ہو اور وہ ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ سے اچھے تعلقات رکھنے والا ہو تاکہ علمی حلقہ میں احمدیت کو مقبولیت حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں میں جو وساوس پائے جاتے ہیں اُن کا ازالہ ہو۔

تیسرا مبلغ ایسا ہوگا

جس کا کام یہ ہوگا کہ وہ بڑے بڑے اور بااثر لوگوں سے اپنے تعلقات رکھے اور ملک کے اندر جو ان کی پارٹیاں پائی جاتی ہوں ان کے خیالات کو درست رکھنے کی کوشش کرے۔ یہ کام اپنی ذات میں نہایت اہم اور جماعت کی ترقی کے ساتھ بہت گہرا تعلق رکھنے والا ہے اس مبلغ کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ بڑے بڑے لوگوں سے اپنے تعلقات رکھے تاکہ ملک کے ہر طبقہ میں اس کے دوست موجود ہوں اور جب بھی کوئی بات احمدیت کے خلاف ہو یا گورنمنٹ کسی غلط فہمی کی بناء پر کوئی ناجائز قدم اٹھانے لگے تو خود ملک کے سربرآوردہ لوگ اس کے شبہات کا ازالہ کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور وہ لوگوں کو بتا سکیں کہ احمدیت کیا چیز ہے اور وہ دنیا میں کیا تغیر پیدا کرنا چاہتی ہے۔

چوتھے آدمی کا یہ کام ہوگا

کہ وہ ملک بھر کی یونیورسٹیوں سے اپنے تعلقات بڑھائے۔ درحقیقت یونیورسٹیاں ملک میں خیالات پھیلانے کا گڑھ ہوتی ہیں اور وہی مبلغ کامیاب ہو سکتے ہیں جو اس نکتہ کو سمجھتے ہوئے یونیورسٹیوں سے اپنے تعلقات زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کریں ہر طالب علم جو کسی سکول یا کالج میں تعلیم پاتا ہے اُسے چونکہ نئے نئے علوم پڑھائے جاتے ہیں اور نئی سے نئی باتیں اُس کے کانوں میں پڑتی ہیں اس لئے اس کے قلب میں

ترقی کا غیر معمولی جذبہ

ہوتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ پہلوں نے کیا ترقی کی ہے۔ میں ایسے ایسے علوم پھیلاؤں گا اور ایسی ایسی ایجادات کروں گا کہ دنیا

محو حیرت ہو جائے گی۔ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ دنیا میں ایسے گذرے ہیں جو مرتے تو ایسی حالت میں کہ ایک کلرک سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں تھی مگر طالب علمی کے زمانہ میں وہ سمجھتے تھے کہ ہم بادشاہ ضرور بن جائیں گے اور اگر بادشاہ نہ بنے تو وزیر بننا تو کوئی بات ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ طلباء کے قلوب میں ایک غیر معمولی امنگ ہوتی ہے ان کے خیالات میں بلندی ہوتی ہے اور نئی نئی باتیں سننے اور پھر ان باتوں کے سیکھنے کا انہیں بے حد شوق ہوتا ہے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ابتداء میں زیادہ تر

طالب علم ایمان لائے

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ابتداء میں زیادہ تر وہی لوگ ایمان لائے جو نوجوان تھے۔ بڑی عمر والے حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ جب سوا دو سال کی خلافت کے بعد فوت ہوئے تب وہ اس تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر تک پہنچے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی گویا وہ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر میں اڑھائی سال کے قریب چھوٹے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور انہوں نے ساڑھے دس سال خلافت کرنے کے بعد ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے خلافت کے سوا دو سال اور

حضرت عمرؓ کی خلافت

کے ساڑھے دس سال جمع ہو جائیں تو یہ تیرہ سال کا عرصہ بنتا ہے اور چونکہ وہ نبوت کے چھٹے سال ایمان لائے تھے اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تئیس ۲۳ سالہ عہد نبوت میں سے چھ سال نکال دئیے جائیں تو سترہ ۱۷ سال رہ جاتے ہیں۔ سترہ سال یہ اور تیرہ ۱۳ سال وہ گویا تیس سال انہوں نے اسلام کی خدمات سرانجام دیں اور چونکہ ان کی وفات تریسٹھ سال میں ہوئی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اسلام لانے کے وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ اسی طرح حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ سترہ سترہ سال کے تھے جب ایمان لائے اور حضرت علیؓ گیارہ ۱۱ سال کے تھے جب انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا نصیب ہوا گویا

اسلام کی جڑ اور ستون

سب ایسے لوگ ہی ثابت ہوئے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے وقت نوجوان تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ امنگوں کا زمانہ ہوتا ہے اور انسانی خیالات کی پرواز بہت بلند ہوتی ہے۔ اگر نوجوانوں کو کسی سچائی کا پتہ لگ جائے تو پھر وہ کسی مصیبت اور تکلیف کی پروا نہیں کرتے وہ کہتے ہیں ہم مرجائیں گے مگر سچائی کو قبول کرنے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے پس نوجوان طبقہ تک ہمارا اپنی آواز کو پہنچانا نہایت ضروری ہے جس کا

طریق یہی ہے

کہ ایک مبلغ ایسا ہو جس کا یونیورسٹیوں سے تعلق ہو اور وہ نوجوان طبقہ کو احمدیت کی طرف متوجہ کرتا رہے۔

پانچواں مبلغ ایسا ہوگا

جس کا تجارت سے تعلق ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ وہ سلسلہ کے تبلیغی اخراجات کو زیادہ سے زیادہ تجارت کی آمد سے پورا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ کام اپنی ذات میں نہایت اہم ہے اور اس کو وسیع طور پر پھیلا کر نہ صرف سلسلہ کے اخراجات کو بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے بلکہ سلسلہ کے لئے نئی آمد بھی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس کام پر جو مبلغ مقرر ہوگا اس کا صرف یہی کام نہیں ہوگا کہ وہ اپنے علاقہ میں تجارت کرے بلکہ اس کا یہ کام بھی ہوگا کہ وہ دوسرے ممالک سے

تجارتی تعلقات قائم کرے

مثلاً انگلستان کا مبلغ کوشش کرے کہ وہ ایران میں اشیاء بھجوائے یا عرب میں ان کی کھپت کا انتظام کرے اور ایران والا کوشش کرے کہ وہ انگلستان میں چیزیں پہنچائے۔ اس طرح تجارت کو وسیع کرنا ایک ملک کے دوسرے ملک سے تجارتی تعلقات قائم کرنا اور سلسلہ کے اخراجات کو زیادہ سے زیادہ پورا کرنے کی کوشش کرنا اس کا کام ہوگا

چھٹا مبلغ پراپگنڈا کے لئے وقف ہوگا

اور اس کا فرض ہوگا کہ وہ اخباروں سے تعلقات رکھے۔ جرنلزم کا امتحان پاس کرے۔ پارٹیوں میں شمولیت اختیار کرے اور اپنے تعلقات اور دوستیوں کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کی کوشش کرے ہم نے دیکھا ہے اور تو اور یورپ جیسے ممالک میں جہاں ایک ایک اخبار کی اشاعت دس دس لاکھ تک ہوتی ہے ہوشیار دیکھ کا

لحاظ ہوتا ہے اور چائے کی ایک پیالی اتنا کام کرجاتی ہے جتنا کام بیسیوں لوپڑوں سے نہیں ہوسکتا۔

غرض ایک مبلغ اشاعت کے لئے وقف ہونا چاہیئے اور اس کا

فرض ہونا چاہیئے

کہ وہ مصنفین سے تعلقات رکھے۔ اخبارات اور رسالوں کے مالکوں اور ان کے ایڈیٹروں وغیرہ سے میل جول رکھے اور اس طرح احمدیت کا اثر ان پر قائم کرنے کی کوشش کرے جب تک کسی مرکز میں اس قسم کے چھ مبلغین نہ رکھے جائیں اور بیک وقت الگ دائرہ میں اپنا کام شروع نہ کردیں اس وقت تک صحیح معنوں میں اشاعت اسلام نہیں ہوسکتی گو حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک میں چھ مبلغین کا موجود ہونا بھی تبلیغی نقطۂ نگاہ سے کسی طرح کافی نہیں سمجھا جاسکتا۔ لاہور جیسے شہر میں بھی اگر چھ مبلغ رکھے جائیں تو وہ سب لوگوں کو پوری طرح تبلیغ نہیں کرسکتے مگر ہم نے بعض علاقوں میں صرف ایک مبلغ رکھا ہوا ہے اور جب وہ لوگ کسی اور مبلغ کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم نے تمہیں ایک مبلغ دیا ہوا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی ہرگز صحیح طور پر تبلیغ نہیں کرسکتا۔ مگر مرکز اس قسم کا جواب دینے پر مجبور ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کو ایک دفعہ حضرت ابوعبیدہؓ نے لکھا کہ عیسائیوں نے لشکر اسلام پر سخت حملہ کردیا ہے ان کا کئی لاکھ لشکر ہے اور اسلامی لشکر صرف چند ہزار ہے۔ دشمن کا کامیاب مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم آٹھ ہزار سپاہی ہمیں مدد کے لئے بھجوائے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا تمہارا خط پہنچا جس میں تم نے آٹھ ہزار فوج اپنی مدد کے لئے مانگی ہے۔ میں معدی کرب کو بھیجتا ہوں یہ تین ہزار کا قائم مقام ہے باقی پانچ ہزار سپاہی بھی عنقریب بھیج دئیے جائیں گے۔ صحابہؓ کا ایمان بھی دیکھو جب حضرت عمرؓ کا یہ خط پہنچا تو انہوں نے افسوس نہیں کیا کہ عمرؓ نے ہمارے مطالبہ کا کیا جواب دیا ہے۔ بلکہ جب معدی کرب آئے تو حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر اسلام سے کہا کہ وہ شخص جس کو حضرت عمرؓ نے تین ہزار کا قائم مقام قرار دیا ہے آرہا ہے ان کا استقبال کرنے چلو۔ چنانچہ جب معدی کرب پہنچے تو لشکر اسلام نے اس زور سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے کہ دشمن نے سمجھا مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے اور وہ ڈر کر کئی مقامات سے

خود بخود پیچھے ہٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے معدی کربوں کی فوج کے سپاہی بھی اب یکے بعد دیگرے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے باہر جانے شروع ہوگئے ہیں جن کی کوششوں کے نتیجہ میں ہماری جماعت مختلف ممالک میں اب پہلے سے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کررہی ہے اور اس کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ چنانچہ مختلف ممالک سے اس قسم کی

کئی خوشخبریاں ہمیں مل رہی ہیں

مثلاً انگلستان میں پہلے یہ حالت ہوا کرتی تھی کہ کسی ہسٹیریا کی ماری ہوئی عورت کو اگر عیسائیت میں اطمینان حاصل نہ ہوا تو وہ اسلام کی آغوش میں آگئی یا کسی عورت کا کوئی معشوق بھاگ گیا اور اُسے اپنی زندگی دوبھر معلوم ہونے لگی اور اسی دوران میں اس نے ہمارے مبلغ کو کہیں تقریر کرتے دیکھ لیا اور اُس نے سمجھا کہ شاید خدا کی پناہ میں مجھے اطمینان حاصل ہو جائے چنانچہ وہ آتی اور اسلام قبول کرلیتی۔ اسی طرح اگر کوئی مرد بھی اسلام قبول کرتا تو ایسا ہی ہوتا جو سوسائٹی کا مارا ہوا ہوتا سوائے تین چار کے جو اچھے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے مگر اب نسبتاً زیادہ معقول اور باحیثیت لوگ احمدیت میں شامل ہورہے ہیں۔ میں ہمیشہ اپنے ان مبلغوں کو جنہیں یورپ میں تبلیغ کے لئے بھیجا جاتا ہے کہا کرتا ہوں کہ تمہیں عورتوں کی بجائے مردوں کو زیادہ تبلیغ کرنی چاہیئے کیونکہ یورپ میں عورتیں مردوں سے تین گنا ہیں اور اسی وجہ سے اُن میں ہسٹیریا کا مرض زیادہ پایا جاتا ہے۔ اگر عورتوں کی طرف توجہ کی جائے تو زیادہ تر ایسی عورتیں ہی اسلام کی طرف آتی ہیں جو ہسٹیریکل ہوتی ہیں اور ہمارا مبلغ اپنی غلطی سے یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ مجھے بہت بڑی کامیابی ہورہی ہے حالانکہ ان کی توجہ محض ہسٹیریا کا نتیجہ ہوتی ہے

میں جب پہلی دفعہ یورپ گیا

تو ایک عورت نے بڑے شوق سے ہماری مجالس میں آنا شروع کردیا وہ ہر دوسرے تیسرے روز آجاتی اور آدھ آدھ گھنٹہ تک باتیں کرتی رہتی۔ ہمارے دوست کہتے کہ یہ عورت اسلام سے بہت دلچسپی رکھتی ہے ضرور مسلمان ہوجائے گی مگر آخر مہینہ کے بعد وہ ایک دن برنارڈشا کی ایک کتاب میرے پاس لائی اور کہنے لگی میں نے بہت کوشش کی تھی کہ آپ کو برنارڈشا کا مرید بنالوں مگر آپ نہ بنے

اب یہ اس کی کتاب میں آپ کو مطالعہ کے لئے دیتی ہوں اسے آپ ضرور پڑھیں۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا تو تم تو کہتے تھے کر یہ عورت مسلمان ہو جائے گی مگر یہ تو الٹا مجھے برنارڈ شا کا مرید بنانا چاہتی ہے۔

غرض پہلے زیادہ تر عورتیں ہی اسلام کی طرف توجہ کیا کرتی تھیں مگر اب جو نئے مبلغ بھجوائے گئے ہیں ان کو میں نے خاص طور پر یہ ہدایات دی ہیں کہ وہ

یونیورسٹیوں سے تعلقات رکھیں

مذہبی لوگوں سے واقفیت پیدا کریں۔ اخباروں اور رسالوں والوں سے میل جول رکھیں مصنفوں سے تعلقات بڑھائیں اور تجارت کے ذریعہ سلسلہ کی آمد میں اضافہ کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس کے بغیر ہم اپنی تبلیغ کو وسیع نہیں کر سکتے۔

پھر صرف انگلستان میں ہی نہیں بلکہ اور ممالک میں بھی احمدیت کی ترقی کے آثار خدا تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہو رہے ہیں بلکہ ایسے علاقوں میں بھی احمدیت پھیلنی شروع ہو گئی ہے جہاں پہلے باوجود کوشش کے ہمیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

ملایا میں یا تو یہ حالت تھی کہ مولوی غلام حسین صاحب ایاز کو ایک دفعہ لوگوں نے رات کو مار مار کر گلی میں پھینک دیا۔

اور گُتے ان کو چاٹتے رہے اور

یا اب جو لوگ ملایا سے واپس آئے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ اچھے اچھے مالدار ہوٹلوں کے مالک اور معزز طبقہ کے ستر اسّی کے قریب دوست احمدی ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ جاوا اور سماٹرا سے جو اطلاع آئی ہے اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ آگے کی نسبت تبلیغ کے راستے زیادہ کھل رہے ہیں۔ غرض یہ ایک اہم موقع ہے جس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اب ہم ویسے ہی مقام پر کھڑے ہیں جیسے قصہ مشہور ہے کہ پرانے زمانہ میں ایک

دیوار قہقہہ ہوا کرتی تھی

جو بھی اس پر چڑھ کر دوسری طرف جھانکتا وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اُسی طرف چلا جاتا اور واپس آنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ہم بھی اس وقت ایک دیوارِ قہقہہ کے نیچے کھڑے ہیں۔ جو شخص جرأت کر کے اس دیوار کی دوسری طرف جھانکے گا اس کا دل دنیا سے ایسا سرد ہو جائے گا کہ پھر واپس لوٹنے کا نام نہیں لے گا اور

کامیابی ہمارے قدم چوم لے گی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

ممالک بیرون میں تعمیر مساجد کا لائحہ عمل

ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) بڑے تاجر۔ مثلاً منڈیوں کے آڑھتی اور کارخانوں کے مالک ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کے پہلے سودے کا پورا منافع خانۂ خدا کی تعمیر کے لئے دیں۔ خواہ ایک پیسہ ہو یا ہزار روپیہ۔

(۲) چھوٹے تاجر۔ ہر ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع بیت اللہ کی تعمیر کیلئے دیں۔

(۳) ملازمین کو ہر سال جو سالانہ ترقی ملے اس میں سے پہلی ترقی مساجد کی تعمیر کے لئے دیا کریں۔

(ب) اسی طرح جب کوئی دوست پہلی دفعہ ملازم ہو تو وہ پہلی تنخواہ کا دسواں حصہ مسجد فنڈ میں دیں۔

(ج) عارضی ملازمین جن کو ترقی نہیں ملتی ایک ماہ کی تنخواہ کا ۱/۴۸ دیں۔

(۴) وکلاء۔ ڈاکٹر اور پیشہ ور صاحبان گزشتہ سال کی آمد مقرر کریں اور پھر اس تعین کے بعد اگلے سال ان کی آمدنی میں جو زیادتی ہو اس کا دسواں حصہ نیز ماہ مئی کی آمد کا پانچ فیصدی۔

(۵) کنٹریکٹر صاحبان ہر سال کے ٹھیکوں میں جو مجموعی منافع ہو اس میں سے ایک فیصدی۔

(۶) صناع۔ مستری، لوہار، درزی، بڑھئی اور مزدوری پیشہ احباب ہر ماہ کی پہلی تاریخ یا مہینے کا کوئی اور دن مقرر کر کے اس دن کی جو مزدوری ہو اس کا دسواں حصہ۔

(۷) زمیندار احباب جن کی زمین دس ایکڑ سے کم ہو وہ ایک آنہ فی ایکڑ اور اس سے زائد زمین والے دو آنہ فی ایکڑ کے حساب سے دیا کریں۔

(۸) مزارع احباب جن کی مزارعت دس ایکڑ سے کم ہو وہ دو پیسہ فی ایکڑ اور زائد مزارعت والے ایک آنہ فی ایکڑ کی شرح سے مسجد فنڈ دیا کریں۔

مختلف خوشی کی تقاریب پر مثلاً نکاح پر شادی پر بیٹی بیٹے کی پیدائش پر مکان کی تعمیر پر یا امتحان میں پاس ہونے پر خانہ خدا کی تعمیر کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور دے دیا کریں۔

پیش کردہ:۔ وکیل المال تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان۔

ہمارا جلسہ سالانہ

از عبد الحمید خانصاحب شوق۔ لاہور

برکاتِ صد ہزاراں لایا جنابِ جلسہ
کھولے ہوئے ہے گویا رحمت کا بابِ جلسہ

نغماتِ روح پرور بے خود سا کر رہے ہیں
چھیڑے ہوئے ہے جب سے دلکش ربابِ جلسہ

ہر آن ہو رہا ہے مصروفِ ضو فشانی
پہنچا ہے لے کے گویا صد آفتابِ جلسہ

عصیاں کی ظلمتوں کو نورانیت سے بدلے
قلب و نظر میں لائے اک انقلابِ جلسہ

دینِ ہدیٰ کی شان و شوکت ہمیں دکھائے
بچھڑوں کو پھر ملائے یہ لاجوابِ جلسہ

پھیلی ہوئی ہے خوشبو باغِ جناں کی ہر سُو
چھڑکے ہے شش جہت میں مشک و گلابِ جلسہ

ہر لحظہ مل رہا ہے جنت نگاہ ساغر
تقسیم کر رہا ہے نوری شرابِ جلسہ

ہر لفظ ہو رہا ہے فردوسِ گوش ثابت
کس درجہ کر رہا ہے دلکش خطابِ جلسہ

تسکینِ قلب پا کر سجدہ میں گر پڑے ہیں
کرتا ہے دُور دل کا ہر اضطرابِ جلسہ

اب گلستانِ دیں ہے سرسبز و بار آور
دکھلا رہا ہے دیں کا حسن و شبابِ جلسہ

ہر شخص بن گیا ہے رشد و ہدیٰ کا طالب
ہر اک کو کر رہا ہے یوں فیضیابِ جلسہ

جلسے جو دوسرے ہیں ان سے یہ مختلف ہے
ہے دیکھنے کے لائق میری جنابِ جلسہ

اس کو عظیم درجہ حاصل ہے ہر طرح سے
رکھتا نہیں ہے مطلق اپنا جوابِ جلسہ

جب دیکھنا ہو جلسہ ربوہ میں شوق پہنچو
جلسوں میں بس یہی ہے اک انتخابِ جلسہ

شانِ رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم

فرمودہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ شَمْسٌ مُنِیْرَۃٌ ۔ وَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ بَدْرٌ وَّکَوْکَبٌ

یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روشن سورج ہیں۔ —— اور آپ کے بعد باقی سب چاند اور ستارے ہیں۔

رَئَیْنَاہُ مِنْ نُّوْرِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی ۔ وَلَوْلَاہُ مَا تُبْنَا وَلَا نَتَقَرَّبُ

ہم نے خداتعالیٰ کو محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کے ذریعہ دیکھا —— اور اگر آپ نہ ہوتے تو ہم گناہوں سے توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف نہ لوٹتے اور نہ اس کا قرب حاصل کر سکتے

لَہٗ دَرَجَاتٌ فِی الْمُحَبَّۃِ تَامَّۃٌ ۔ لَہٗ لَمَعَاتٌ زَالَ مِنْھَا الْغَیْھَبُ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو راہِ محبت میں درجات تامہ حاصل ہیں۔ —— اور آپ کی ایسی شعاعیں ہیں جن سے تاریکی زائل ہوتی ہے۔

ذُکَاءٌ مُّنِیْرٌ قَدْ اَنَارَ قُلُوْبَنَا ۔ وَلَہٗ اِلٰی یَوْمِ النُّشُوْرِ مُعَقِّبٌ

آپ وہ چمکنے والے آفتاب ہیں جس نے ہمارے دلوں کو روشن کر دیا۔ —— اور پھر آپ کے جانشین قیامت تک آتے رہیں گے۔

وَفِی اللَّیْلِ بَعْدَ الشَّمْسِ قَمَرٌ مُّنَوِّرٌ ۔ کَمَا فِی الزَّمَانِ نُشَاھِدُ وَنُجَرِّبُ

اور جیسا کہ ہمارا اس دنیا میں تجربہ اور شاہدہ ہے۔ رات میں غروبِ آفتاب کے بعد بدرِ منیر روشنی دیتا ہے

وَلِلّٰہِ اَلْطَافٌ عَلٰی مَنْ اَحَبَّہٗ ۔ فَوَابِلُہٗ فِیْ کُلِّ قَرْنٍ یَّسْکُبُ

اور ہر وہ شخص جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے الطاف نازل کرتا ہے، اور پھر اس کے فضل کی بارش ہر زمانہ میں برستی ہے

وَشِیْمَتُہٗ قَدْ اُفْرِدَتْ فِیْ فَضَائِلٍ ۔ وَقَدْ فَاقَ اَحْلَامَ الْوَرٰی اَفَتَعْجَبُ

آپ کی عادات اپنے فضائل میں یکتا ہیں۔ اور آپ تمام جہان کے عقلمندوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ کیا تو اس بات پر تعجب کرتا ہے۔

وَرَعٰی وَاَعْطَی الصَّحْبَ لَبَنًا سَائِغًا ۔ وَلَیْسَ کَرَاعِی الْغَنَمِ یَرْعٰی وَیَحْلُبُ

اور آپ تمام جہان کے چرواہے بنے اور اپنے ساتھیوں کو آپ نے خوشگوار دودھ پلایا۔ لیکن آپ عام بکریوں کے چرواہے کی طرح نہیں تھے جو بکریاں چراتا اور دودھ دوہتا ہے

وَلَیْسَ التُّقٰی فِی الدِّیْنِ اِلَّا اتِّبَاعُہٗ ۔ وَکُلُّ بَعِیْدٍ مِّنْ ھُدَاہُ یُقَرَّبُ

دین میں اصل تقوےٰ اب آپ کی ہی اتباع میں ہے —— اور ہر ایک دور آپ کی ہدایت کے ذریعہ قریب ہوتا ہے۔

وَلَوْ کَانَ مَاءٌ مِّثْلُ عَسَلٍ بِطَعْمِہٖ ۔ فَوَاللّٰہِ بَحْرُ الْمُصْطَفٰی مِنْہُ اَعْذَبُ

اور اگر پانی اپنے مزہ میں شہد کی مانند ہوتا —— تو خداتعالیٰ کی قسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر اس سے زیادہ میٹھا ہوتا

مَدَحْتُکَ یَا مَحْبُوْبُ مِنْ صِدْقِ مُھْجَتِیْ ۔ فَلَوْلَاکَ مَا کُنَّا اِلَی الشِّعْرِ نَرْغَبُ

یا رسول اللہ! میں نے آپ کی مدح صدق دل سے کی ہے۔ —— اور اگر آپ کا وجود نہ ہوتا۔ تو ہم شعر گوئی کی طرف رغبت نہ کرتے

وَاِنَّا لَجِئْنَا فِیْ عَطَائِکَ رَاغِبًا ۔ وَمَنْ جَاءَ بَابَکَ سَائِلًا لَا یُثَرَّبُ

ہم آپ کی عطا میں رغبت کرتے آئے ہیں —— اور آپ کے در کے سوالی کو ڈانٹا نہیں جاتا۔

وَوَاللّٰہِ حُبُّکَ لِلنَّجَاۃِ لِمُؤْمِنٍ ۔ دَلِیْلٌ وَّعُنْوَانٌ فَکَیْفَ نُخَیَّبُ

اور اللہ تعالےٰ کی قسم آپ کی محبت مومن کی نجات کی دلیل اور نشان ہے۔ پھر ہم کس طرح نامراد رہ سکتے ہیں۔

وَاٰثَرْتُ حُبَّکَ بَعْدَ حُبِّ مُھَیْمِنِیْ ۔ تُصَبِّیْ جَنَانِیْ مِنْ سَنَاکَ وَتَجْلُبُ

اور میں نے خداتعالیٰ کی محبت کے بعد آپ کی محبت کو ہر چیز پر مقدم کیا ہے اور آپ نے میرا دل اپنے نور سے گرویدہ بنا لیا ہے۔

(کرامات الصادقین ص۹۲)

تحریکِ احمدیّت کی امتیازی شان

اسلامی فرقوں میں اساسِ اتحاد کا قیام

از محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل

اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ سب مذاہب و ادیان کے بانیوں کی صداقت کا قائل ہے۔ اور انہیں خدا تعالیٰ کے بھیجے فرستادہ قرار دیتا ہے۔ اسلام کی اس بنیادی تعلیم کے نتیجہ میں سب مذاہب میں اتحاد و اتفاق کے لئے راستہ پیدا ہو جاتا ہے ہر مذہب کے پیرو اپنے مذہب کے بانی کی عزت کو قائم کرنا اپنا فرض جانتے ہیں اس کی بے عزتی اور توہین پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل مذاہب میں اختلافات کی زیادہ بنا یہی ہے کہ ایک دوسرے کے پیشوا کی عزت و حرمت کو قائم نہیں کیا گیا۔ اس بناء پر پیدا ہونے والے اختلاف کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہو جاتی ہے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم ہے کہ اللہ تعالےٰ رب العٰلمین ہے۔ وہ سب جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ سب قومیں اور تمام ممالک کے باشندے اس کے بندے ہیں۔ اور وہ ان سب کا رب ہے۔ جس طرح اس نے سب انسانوں کی خواہ وہ گورے ہوں یا کالے، مشرقی ہوں یا مغربی۔ جسمانی تربیت کی ہے اور وہ سب کی روزی کا انتظام کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی عقیدہ کے مطابق اس نے سب انسانوں کی روحانی تربیت کا بھی انتظام فرمایا ہے وہ سب قوموں اور امتوں کے لئے روحانی خوراک مہیا فرماتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اسلام کے نزدیک سب انسانوں کا ایک ہی خالق و مالک ہے، اور سب کی ہدایت کا وہی سرچشمہ ہے تو یہ لازمی بات ہے۔ کہ اسلام سب اقوام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادیوں اور نبیوں کے آنے کا بھی قائل ہو اور سب انسانوں کی اخوت اور مساوات کا بھی اعلان کرے کیونکہ وہ سب ایک خدا کے بندے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ سے پیدا ہونے والے ان دونوں مذکورہ بالا نظریات کو قائم کیا ہے اور سب آدم زادوں کو اپنے روحانی اور تمدنی حقوق میں یکساں اور برابر قرار دیا ہے۔ اور دوسری طرف اس نے اس نظریہ کی تعلیم دی ہے کہ ہر قوم میں خدا کے راستباز بندے گزرے ہیں اور سب رشی اور نبی خدا کے برحق فرستادہ تھے اور جملہ مذاہب کے بانی واقعی خدا کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے۔

سب انسانوں کی مساوات اور جملہ بانیانِ مذاہب کی تعظیم کا عقیدہ وہ رحمت کا پیغام ہے جس سے انسانیت کی بہت سی الجھنیں حل ہو جاتی ہیں اور انسانوں میں اتحاد اور اتفاق کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے مذہبی دنیا میں تفرقہ کی بنیاد یہ خیال ہے کہ ہمارے نبی کے علاوہ سب مذہبوں کے بانی جھوٹے اور مفتری تھے۔ اس خیال نے مذہبی دنیا میں کشت و خون کا بازار گرم رکھا ہے اسلام نے اپنے اس عقیدہ کے اعلان کے ساتھ اس کشت و خون کے بازار کو سرد کر دیا کہ ہر قوم میں خدا کے نبی گذرے ہیں فرمایا وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں ہماری طرف سے ڈرانے والے نہ آئے ہوں ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت ہم نے ہر ایک امت میں اپنی طرف سے پیغمبر بھیجے ہیں تا وہ انسانوں کو یہ پیغام دیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے غیر کی عبادت اور پرستش سے بکلی اجتناب اختیار کرو۔

اسلام کے اس عقیدہ کی وجہ سے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس طرح حضرت سرور کونین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لاتا ہے اس کے لئے یہ اعتقاد رکھنا بھی لازمی ہے کہ ہندوؤں بدھوں، یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہم میں بھی خدا کے برگزیدہ نبی گزرے ہیں۔ گویا وہ حضرت کرشنؑ، رامچندرؑ، برھماؑ، بدھؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ وغیرہم جملہ قوموں کے سب نبیوں کو بھی مانے گا اور ان کی دل سے عزت وعظمت کرے گا۔ وہ ایسا کرنے میں اپنے یا دوسرے ملک کے باشندوں کے صرف جذبات کا لحاظ کرنے والا نہ ہوگا بلکہ اسے اسلامی تعلیم کے مطابق سچا مسلمان بننے کے لئے یہ عقیدہ رکھنا لازمی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو رب العالمین ہے سب امتوں میں اپنے نبی بھیجے ہیں۔ پس ایک مسلمان کے لئے سب نبیوں اور ہادیوں کو ماننا مذہب کا حصہ ہے یہ کوئی سیاسی پالیسی یا جذباتی خیال نہیں جسے آج یا کل تبدیل کیا جا سکتا ہو۔ بلکہ اسلامی عقائد میں یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے اور اس کی رو سے اسلام نے سب بانیانِ مذاہب پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے سو اتحاد مذاہب کے لئے یہ وہ بنیادی چٹان ہے جہاں پر جملہ اختلافات آکر پاش پاش ہو جاتے ہیں اور مذاہب میں اتفاق کا مضبوط رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بات بدھوں اور ہندوؤں کے لئے خوشکن نہیں کہ ایک مسلمان ان کے رشیوں اور مقدسوں کی صداقت کا اسی طرح قائل ہے اور دل سے عزت کرتا ہے۔ جس طرح وہ خود ان کی صداقت کے قائل ہیں؟ کیا یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے یہ بات مسرت اور خوشی کا موجب نہیں کہ مسلمان ان کے انبیاء کو بھی راستباز اور صادق نبی یقین کرتے ہیں؟ یقیناً یہ صورتِ حال تمام اہل مذاہب کے لئے فرحت و ابتہاج پیدا کرنے والی ہے۔

اسلام نے تمام مذاہب مختلفہ میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی بے نظیر تجویز پیش کی ہے کیونکہ اس نے تمام بانیانِ مذاہب کو اپنا کر ان سب کی صداقت پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے۔ اس طریق سے تمام مذہبوں کے ماننے والوں میں صلح اور آشتی قائم ہوتی ہے۔ یہ وہ صداقت کا زبردست اصول ہے جسے سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ اور اپنے ماننے والوں کے لئے لازمی قرار دیا کہ وہ دوسرے نبیوں پر بھی ایمان لائیں۔ چنانچہ مسلمان دل سے جملہ نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب نبیوں کی عزت و حرمت بیان کی مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ دوسرے مذہبوں کے پیرو عام طور پر اس مقدس انسان کی توہین کرتے رہتے ہیں۔ جس نے سب نبیوں کی عزت کی حفاظت کی ہے۔ بہرحال یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے جملہ اہل مذاہب کے لئے اتحاد کی محکم اساس قائم کی ہے۔

تحریک احمدیت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا نام ہے۔ احمدیت نے جہاں پر ایک طرف اصول کا اجبار کیا ہے کہ ہر قوم میں خدا کے نبی گزرے ہیں اور جملہ بانیانِ مذاہب راستباز تھے۔ وہاں پر دوسری طرف اس تحریک نے مسلمانوں کے باہمی فرقوں کی مصالحت کے لئے بھی اس اصول کی روشنی میں صحیح مسلک اختیار کیا ہے۔ حدیث نبوی میں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ ایسے لوگ قائم کرتا رہے گا۔ جو اسلام کی تجدید کریں گے۔ اور دشمنوں کی طرف سے ان کے نورانی چہرہ

> ★ امت میں کسی قسم کی فرقہ بندی قائم کرنا جائز نہیں صرف مامور ربانی باذن الٰہی جماعت قائم کرنے کا مجاز ہے تاکہ متفرق گروہوں کو پھر **ملت واحدہ** میں شامل کرے اور اتحاد اور یگانگت پیدا ہو اس زمانہ میں یہ کام احمدیہ تحریک کے ذریعہ ہونا مقدر ہے اور یہی تحریک **احمدیّت** کا ایک امتیاز ہے ★

پر جو غبار ڈالا جائے گا اسے دور کر کے اسلام کو روشن اور منور ثابت کیا کریں گے۔ قرآن مجید نے خلفاء اور ائمہ اور دیگر منعم علیہم لوگوں کے امت میں سے پیدا ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان آیات اور احادیث کی روشنی میں امت میں روحانیت کا تواتر اور تسلسل لازمی امر ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ مختلف اسلامی فرقے سابقہ مذاہب کے لوگوں کی طرح اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ بس ہمارے ہی امام یا بزرگ میں روحانیت کا حصہ ہے اور اس کے بعد ہمیں کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں اس نظریہ کا یہ ایک بُرا نتیجہ نکلا ہے کہ مسلمانوں میں خطرناک رنگ کی فرقہ بندی پیدا ہو گئی اور اسلامی جمعیت گروہ در گروہ کی صورت میں بٹ گئی باہم تکفیر در تفسیق تک نوبت پہونچ گئی۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے امام اور بزرگ کو نہ صرف مانتا نہیں بلکہ وہ اس کی توہین کرنا کارِ ثواب سمجھنے لگا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حال کسی طرح خوشگوار ماحول پیدا نہیں کر سکتی تھی۔ عملاً فرقہ بندی مستحکم ہو گئی اور ائمہ و خلفاء و مجددین کی عزت غیر محفوظ ہو گئی اور باہمی شقاق کا مرض بظاہر لا علاج نظر آنے لگا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے جملہ خلفاء راشدین ائمہ اطہار، محدّثین عظام اور مجددین امت کی عزت کو قائم کیا۔ سب کو راستباز اور برگزیدہ ٹھہرایا اور احمدی ہونے والے کے لئے لازمی قرار دیا۔ کہ وہ سب خلفاء کی صداقت کا اقرار کرے۔ تمام ائمہ کی راستبازی پر یقین کرے محدثین کی خدمات کا اعتراف کرے اور سب مجددین امت کی سچائی کو تسلیم کرے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ اسی مسلک پر قائم ہے اور احمدیت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے جملہ اسلامی فرقوں میں اتحاد اور اتفاق کی مضبوط بنیاد کو عملی صورت دی ہے اور ان میں صلح و آشتی کے قائم کرنے کی راہ پیدا کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کا یہ ایک عظیم مقصد ہے۔ مسلمانوں کے بہتّر فرقے ہو چکے تھے اور امت کی شیرازہ بندی منتشر ہو چکی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ملت واحدہ بنانے کے لئے اپنے فرستادہ کو بھیجا اور اسے ایسے اصول بتائے جن پر چلنے سے مسلمانوں میں بلکہ جملہ اہل مذاہب میں اتفاق و اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے :۔

"افترقت الامة و تشاجرت الملة فمنهم حنبلي وشافعي ومالكي وحنفي وحزب المتشيعين ولا شك ان التعليم كان واحداً ولكن اختلفت الاحزاب بعد ذلك فترون كل حزب بما لديهم فرحين وكل فرقة بنى لمذهبه قلعة ولا يريدان يخرج منها ولو وجد احسن منها صورة وكانوا لعماس اخوانهم متحصنين فارسلني الله لاستخلص الصياصي واستدني القاصي وانذر العادي ويرتفع الاختلاف ويكون القرآن مالك النواصي وقبلة الدين (الهدیٰ)

ترجمہ:۔ امت میں افتراق پڑ گیا اور ملت جھگڑوں کی آماجگاہ بن گئی ان میں سے کوئی حنبلی ہے کوئی شافعی ہے کوئی مالکی ہے کوئی حنفی ہے اور کچھ شیعوں کے گروہ میں شامل ہیں۔ بے شک سب کی اصل تعلیم تو ایک ہی ہے لیکن فرقوں میں بعد ازاں ایسا اختلاف ہو گیا کہ تم ہر گروہ کو اپنے خیالات پر متکبر اور مغرور دیکھو گے ہر فرقہ نے اپنے مذہب کے لئے ایک قلعہ بنا رکھا ہے اور وہ اس میں سے نکلنے کے لئے ہرگز تیار نہیں خواہ اس سے بہتر صورت کا قلعہ اسے میسر آتا ہو یہ لوگ اپنے بھائیوں کی تاریکی و اقتدار میں پناہ گزیں تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تا میں انہیں قلعوں کے اس جال سے نجات دلاؤں اور تاریکی سے باہر نکال کر دور والوں کو نزدیک کروں اور نافرمانوں کو خدا کے عذاب سے ڈراؤں یہاں تک کہ اختلاف بالکل زائل ہو جائے اور قرآن مجید تمام پیشانیوں کا مالک اور دین کا قبلہ قرار پائے۔"

یہ وہ ایک بلند مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے آپ اسلئے بھیجے گئے ہیں تا مسلمان فرقوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے اور ان سب کی گردنوں کو قرآن مجید کے آگے جھکایا جائے اور اسے دین کا مرکزی نقطہ ٹھہرایا جائے۔

درحقیقت اسلام میں سوائے اللہ تعالیٰ کے خاص اذن و امر کے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ علیحدہ جماعت بندی کرے اس سے فرقہ پرستی کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ کہ جب امت میں خرابی پیدا ہو جائے۔ اور کوئی صحیح نمونہ کی جماعت موجود نہ رہے تو اپنے مامور کو بھیج کر نئی جماعت کی بنیاد رکھے جو اولین مسلمانوں کے نقش قدم پر گامزن ہو۔

پس امت میں کسی قسم کی فرقہ بندی قائم کرنا جائز نہیں صرف مامور ربانی باذن الہٰی جماعت قائم کرنے کا مجاز ہے تاکہ متفرق گروہوں کو پھر **ملت واحدہ** میں شامل کرے اور اتحاد اور یگانگت پیدا ہو اس زمانہ میں یہ کام احمدیہ تحریک کے ذریعہ ہونا مقدر ہے۔ اور یہی تحریک احمدیت کا ایک امتیاز ہے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

جمع یکجا ہوئے مردانِ خدا ربوہ میں

نغمہ زن کون ہے یہ شعلہ نوا ربوہ میں — ایک ہنگامۂ محشر ہے بپا ربوہ میں

نیک طبعوں پہ ہے دن رات فرشتوں کا نزول — در ہے فیضانِ الٰہی کا کھلا ربوہ میں

حق کا سیلاب اُمڈتا ہوا پھیلا ہر سُو — اب ہے اسلام کا سامانِ بقا ربوہ میں

بادشاہت جو تھی عیسیٰ نے خدا سے مانگی — اُس کی رکھی ہے فرشتوں نے بنا ربوہ میں

وادیٔ غیر ذی زرع ہوئی جس سے سیراب — پھر گہر ریز ہوئی ہے وہ گھٹا ربوہ میں

مسکراتا ہے فضاؤں میں مساوات کا نور — ہم نشین بزم میں ہیں شاہ و گدا ربوہ میں

پابزنجیر اخوت ہیں یہاں سُرخ و سفید — شرق سے غرب گلے آ کے ملا ربوہ میں

مستیاں بادۂ عرفاں کی ہیں پھیلی ہر سو — لڑکھڑاتی ہوئی آتی ہے صبا ربوہ میں

جانِ مضطر کو ملی دولتِ تسکینِ دوام — قلبِ تیرہ کو ملا رنگِ صفا ربوہ میں

یک بیک کون ہوا ہے تجلّی فرما — ہر طرف جوش میں ہے نورِ ضیا ربوہ میں

دل میں ہو جاتی ہے قندیلِ محبت روشن — ایسی افکار کو ملتی ہے جِلا ربوہ میں

کیسی آ کر یہ فرشتوں نے بسائی بستی — نظر آتے ہیں نئے ارض و سما ربوہ میں

دل میں ہر اک کے تمنّا ہے فروغِ دیں کی — لب پہ ہر اک کے ترقی کی دعا ربوہ میں

صبغۃ اللہ سے رنگیں ہیں یہاں پیر و جواں — جمع یکجا ہوئے مردانِ خدا ربوہ میں

اک مدت سے جو روپوش تھا دنیا سے خدا — آج آتا ہے نظر جلوہ نما ربوہ میں

ہے یہاں شہروں کا طوفان نہ گاؤں کا جمود — کیسا ہموار ہے جینے کا مزہ ربوہ میں

علم و ایقاں یہاں دولتِ ایماں یہاں

تم ہی تسنیم بتاؤ نہیں کیا ربوہ میں

عبد اللہ بخش تسنیم

علم و عرفان کے گراں بہا روحانی خزائن

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس

ہمارا زمانہ جو آخری زمانہ کہلاتا ہے اس میں گذشتہ انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق شیطان اور اسکے گروہ سے آخری جنگ لڑی جا رہی ہے اور مقدر یوں ہے کہ اس جنگ میں شیطان کو ایسی شکست ہوگی۔ کہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکے گا۔ وجہ یہ کہ اس زمانہ میں مذہب کی مخالفت ظاہری اسلحہ سے نہیں بلکہ دلائل و براہین کی رو سے ہونی تھی اور ظاہر ہے کہ جب شیطان اور اس کے گروہ کو دلائل و براہین کی تلوار سے قتل کر دیا جائے تو پھر اس کے اٹھنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

پیشگوئیوں کے مطابق اس آخری زمانہ کا پہلوان جس کے لئے شیطان پر فتح پانا ازل سے مقدر ہے وہ مسیح موعود اور مہدیٔ معہود اور اس کی جماعت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانہ میں مبعوث فرمایا اور آپ کو ناقابلِ تردید دلائل و براہین کے اسلحہ عطا فرمائے اور سلطان القلم اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کے لقب سے نوازا۔

آپ نے ان تمام وساوس اور اعتراضات اور شبہات کا قلع قمع کیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور اسکے دین اسلام اور اس کی کتاب قرآن اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف پیش کئے جا رہے تھے اور ایسے اعلیٰ طریق پر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ آپ کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی

"ان الذین کفروا و صدوا
عن سبیل اللہ ردّ علیہم
رجل من فارس شکر اللہ
سعیہ"

یعنی یقیناً وہ لوگ جو وجودِ باری اور سلسلہ رسالت اور یوم آخرت سے منکر ہیں اور عاشقانِ خدا کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لئے قسم قسم کے اعتراضات اور شبہات اور وساوس پیدا کر رہے ہیں۔ ان کا ایک مردِ فارس نے نہایت ہی اچھا رد لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی اس سعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا تاکہ میں اندرونی طور پر جو غلطیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان کو دور کردوں اور اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کردوں اور بیرونی طور پر جو اعتراضات اسلام پر کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب دوں اور دوسرے مذاہبِ باطلہ کی حقیقت کھول کر دکھاؤں"

(ملفوظات احمد جلد اول)

اور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا میں اس زمانہ کے اوہام دور کردوں اور ٹھوکر سے بچاؤں۔ اور مجھے اس نے توفیق عنایت کی ہے"

اور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھکر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے۔ کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کر کے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الہٰی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں"

(آئینہ کمالات اسلام)

اور فرماتے ہیں:۔

"اسلام کے ضعف اور غربت اور تنہائی کے وقت میں خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تا میں ایسے وقت میں جو اکثر لوگ عقل کی بد استعمالی سے ضلالت کی راہیں پھیلا رہے ہیں اور روحانی امور سے رشتہ مناسبت بالکل کھو بیٹھے ہیں۔ اسلامی تعلیم کی روشنی ظاہر کردوں"

(ازالہ اوہام)

اور فرماتے ہیں:۔

"مسیح کا آنا اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا کہ تا تمام قوموں پر دین اسلام کی سچائی کی حجت پوری کرے تا دنیا کی ساری قوموں پر خدا تعالیٰ کا الزام وارد ہو جائے اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہا گیا ہے۔ کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی دلائل بینہ اور براہین قاطعہ کی رو سے وہ ہلاک ہو جائیں گے"

(ازالہ اوہام)

قرآن مجید اور اسلام پر جو تین ہزار کے قریب اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر ایک اعتراض کی تہ میں حقائق و معارف کا خزانہ مخفی ہے

"اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں۔ اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے۔ اس سے ان کو پاک صاف کردوں۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں اس نور کو جو اسلام میں ملتا ہے ان کو جو حقیقت کے جویاں ہیں دکھلاؤں"

(ملفوظات احمد)

جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا عبارت سے عیاں ہے کہ جماعت احمدیہ کے قیام کا بڑا مقصد دین اسلام کا دنیا کے تمام دینوں پر دلائل و براہین کی رو سے غلبہ ظاہر کرنا اور شیطانی وساوس اور شبہات کا ازالہ کرنا اور اطرافِ عالم میں نور محمدی کی اشاعت اور علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔

اے فرزندان احمدیت! کیا آپ نے کبھی اس امر پر غور کیا کہ آپ اس عظیم الشان مقصد کو کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اس دنیا میں موجود تھے۔ تو آپ کے زندگی بخش اور روح پرور کلمات اور تقریروں اور تحریروں سے لوگ روحانی زندگی کا شربت پیتے تھے اور آپ ہمیشہ اپنے متبعین کو یہ نصیحت فرمایا کرتے کہ وہ کچھ مدت تک آپ کی صحبت میں رہا کریں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ صدق دل اور اخلاص کے

★ اے فرزندانِ احمدیت اگر تم شیطان پر غالب آنا چاہتے ہو اور اگر اپنے آپ کو اور اپنے اقارب کو اور اپنی اولادوں کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو پڑھو پھر پڑھو اور پھر پڑھو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

★ "اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں۔ اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا۔ جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کی ہیں"۔

نیز فرماتے ہیں:۔

★ "جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے"۔

ساتھ صحت نیت اور پاک ارادہ اور سچی تلاش کے ساتھ ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہیں تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی تجلیات کی چمکار سے ان کی اندرونی تاریکیوں کو دور کر دے گا اور انہیں ایک نئی معرفت اور نیا یقین خدا پر پیدا ہوگا۔ اور یہی وہ ذریعے ہیں جو انسان کو گناہ کے زہر سے بچا لیتے ہیں اور اس کے لئے تریاقی قوت پیدا کر دیتے ہیں (الحکم مؤرخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۱ء)

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی روحانی تاثیر کے لحاظ سے آج بھی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے کہ جب آپ اس عالم میں موجود تھے۔ اور اگر چاہیں تو آج بھی آپ لوگ حضور کی صحبت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اپنے دلوں کے زنگ دور کر سکتے اور خدا تعالیٰ پر ایک نیا یقین اور نئی معرفت اور گناہوں سے پاک ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور قرب حاصل کر سکتے ہیں اور اس کا طریق یہ ہے کہ آپ لوگ حضور کی تحریرات کا بغور مطالعہ فرمائیں اور حضور کی بتائید روح القدس لکھی ہوئی کتب کو اپنا دائمی رفیق بنائیں۔ کیونکہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا علم آپ کو ہی دیا گیا۔ اور آپ کو وہ قوتیں اور وہ طاقتیں اور قابلیتیں جو مذکورہ بالا مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھیں اور وہ دلائل اور براہین جن کے ذریعے اسلام دنیا کے تمام دیگر ادیان پر غالب آ سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا ہوئیں۔ وہ یہی ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہو۔ تو پھر بھی مسیح موعود ایمان کو دوبارہ دلوں میں قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور قرآن مجید جو عرش پر جا کر اپنے نازل کرنیوالے سے یہ شکایت کر رہا ہوگا اُتلی فلا یعمل بی کہ مجھے لوگ پڑھتے تو ہیں لیکن عمل کوئی نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کا یہ پہلوان قرآن مجید کو دوبارہ زمین پر لائے گا۔ اور جیسا کہ مہدی کے متعلق احادیث میں وارد ہے اس کے پوشیدہ روحانی خزائن کو لوگوں میں تقسیم کر دے گا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

کتب حضرت مسیح موعودؑ کے پڑھنے کی ضرورت

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ دینی علم حاصل کرنے کا ایک طریق یہ ہے کہ:۔

"حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھی جائیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی خاص معرفت اور علم دیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر نبی نے کوئی نہ کوئی حربہ چلایا ہے۔ مجھے قرآن کریم کا حربہ ملا ہے۔ پس چونکہ آپ کی کتب قرآن کریم کی بے نظیر تفسیر ہیں اس لئے ان کا پڑھنا ضروری ہے۔

دیکھو اس زمانہ میں شیطان اپنے پورے زور اور ساری قوتوں سے اسلام پر حملہ آور ہو رہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا سر کچلنے کے لئے ایک جماعت تیار کی ہے۔ اس لئے جو شخص اس میں اپنا نام داخل کرائے گا اس پر شیطان ضرور حملہ آور ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک اپنے دشمن پر حملہ کرتا ہے چونکہ ہر ایک احمدی شیطان کا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں اسے پاؤں پیس ڈالوں اسلئے شیطان بھی اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرا داؤ چلے تو میں اسے پیس ڈالوں اس لئے ہماری شیطان کے ساتھ جنگ ہے اور ہم اس کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں نکلے ہیں لیکن اگر ہم نہتے بغیر اسلحہ کے ہوں تو سمجھ لو کہ ہمارے لئے کس قدر خطرہ کا مقام ہے۔ پس ہمارے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ ہمارے ہاتھ میں نہایت تیز اور آبدار تلوار ہو اور وہ تلوار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں ہیں دراصل تو قرآن کریم ہی تلوار ہے مگر چونکہ وہ بھی قرآن ہی کی تفسیر ہیں۔ اسلئے وہ بھی تلوار ہی کا کام دیتی ہیں۔

پس قرآن کریم پڑھو اور اسکے سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کو خوب یاد کرو۔ یہ تمہارے ہاتھ میں ایسا زبردست اور قوی ہتھیار ہوگا کہ جس کو دیکھتے ہی شیطان بھاگ جائیگا!"

اے فرزندان احمدیت اگر تم شیطان پر غالب آنا چاہتے ہو اور اگر اپنے آپ کو اور اپنے اقارب کو اور اپنی اولادوں کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو پڑھو۔ پھر پڑھو اور پھر پڑھو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں جو اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا۔ جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کی ہیں۔"

نیز فرماتے ہیں:۔

"جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔"

خوشخبری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ کتب الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ بصورت سیٹ ۲۲ جلدوں میں شائع کر رہی ہے جن میں سے پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں اور ساتویں جلد زیر طبع ہے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے ایمان کی مضبوطی اور اپنے اہل و عیال کو زمانہ کی زہریلی ہواؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے اور اپنے غیر احمدی رشتہ داروں اور دوستوں کی ہدایت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب خریدیں خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی تلقین کریں۔ اور کسی احمدی کا گھر ایسا نہ رہے جس میں کہ یہ روحانی خزائن موجود نہ ہوں۔

سکھایا از سرِ نو تُو نے اندازِ مسلمانی

احسن اسمٰعیل صدیقی گوجرہ

جو ہو پیشِ نظر تیرے جمالِ رُخ کی تابانی
دلِ ناشاد سے کافور ہو ساری پریشانی

اگرچہ دُور ہوں لیکن تری تصویر ہے دل میں
مسیحِ پاکؑ کے لختِ جگر! محبوبِ سُبحانی

تری ذرّہ سی ہستی آج خورشیدِ درخشاں ہے
تجھے کشورِ عرفاں کی زیبا تھی سُلطانی

خدا نے تجھ کو بخشی ہے خلافت بھی امامت بھی
سکھایا از سرِ نو تُو نے اندازِ مسلمانی

ترے دم سے ہیں وابستہ زمانے بھر کی اُمیدیں
جُدا ہونا ترے دامن سے نادانی ہے نادانی

رُخِ روشن پہ میں کیوں نہ مروں پروانہ کی صورت
مجھے مجبور کرتی ہے محبّت کی فراوانی

شریعت کے سبھی احکام ہیں پیشِ نظر ورنہ
ہوئی جاتی ہے سجدوں کیلئے بیتاب پیشانی

سنو اے دیکھنے والو نظر آتا نہیں تم کو؟
خُدا خود کر رہا ہے اس جماعت کی نگہبانی

حوادث میں پلے ہیں ہم کو گھبرانا نہیں آتا
ہماری ہمتیں عالی ہمارا صبر لاثانی

زمیں اپنی مخالف ہے مگر ہے آسماں اپنا
کبھی تو رنگ لائے گی ہماری چاک دامانی

ہمارا جلسہ سالانہ

(از مکرم جناب ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب طبی خادم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

ہمارا جلسہ سالانہ قریباً ستر سال سے ہو رہا ہے۔ پہلے مرکزی حیثیت سے قادیان میں ہوا کرتا تھا اب دس سال سے ربوہ میں ہوتا ہے۔ چونکہ خاکسار راقم کو اس جلسہ میں نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے شامل ہونے کا فخر حاصل ہے اس لئے اس اجتماع کے متعلق کچھ پرانی اور کچھ نئی باتیں پیش کرتا ہوں۔

میں اپنی خاص خوش قسمتی سے سب سے پہلے سنہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہوا تھا اگر اس جلسہ میں شامل نہ ہوتا تو تمام عمر حسرت اور افسوس رہتا کیونکہ یہ جلسہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت کا آخری جلسہ تھا۔

اس جلسہ میں ہم چار بھائیوں میں سے تین بھائی یعنی بھائی محمد یوسف صاحب مرحوم بھائی حافظ ملک محمد صاحب حال ربوہ اور یہ عاجز پٹیالہ سے قادیان حاضر ہو کر شامل ہوئے تھے۔

حسن اتفاق سے ہم نے بجائے اس گاڑی میں سفر کرنے کے جس کے ذریعہ سے جلسہ کے عین موقعہ پر پہنچ سکتے تھے آدھا دن پہلے سفر اختیار کر لیا یعنی انبالہ راجپورہ سے امرتسر کو جانے والی رات کی گاڑی سے سفر کرنے کی بجائے دس بارہ گھنٹے پہلے دن کی گاڑی سے سفر اختیار کر لیا اور رات کو امرتسر میں قیام کیا۔ جب ہم اگلی صبح بٹالے والی گاڑی پر سوار ہونے کے لئے سٹیشن پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ رات کے وقت جو گاڑی انبالہ راجپورہ سے آ رہی تھی وہ لدھووال کے سٹیشن کے قریب امرتسر کی جانب سے جانے والی گاڑی سے بری طرح ٹکرا گئی جس سے سینکڑوں جانیں ضائع ہو گئیں۔ اس طرح پر یہ معلوم ہونے پر کہ یہی گاڑی تھی جس پر ہم نے سفر کرنا تھا لیکن نصرت الٰہی سے ہم کئی گھنٹے پہلے نکل آئے اور بچ گئے۔ اپنے ربّ محسن کا شکر کیا مگر عنایات الٰہی کا کیا کچھ شکر ہو سکتا ہے۔

ہماری والدہ رضی اللہ عنہا نے جب اس حادثہ کے متعلق سنا تو فکر کے مارے بے حال ہو گئیں وہ خود تو سفر کے لائق نہ تھیں مگر فکر و غم کی وجہ سے خیر و عافیت کی خبر حاصل کئے بغیر رہ سکتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سب سے بڑے پوتے کو خیریت کی خبر لانے کے لئے سفر خرچ دے کر روانہ کر دیا۔ اسے امرتسر پہنچ کر ہمارے خیر و عافیت سے قادیان چلے جانے کا علم ہو گیا اور اس نے بذریعہ تار والدہ کو خیریت کی اطلاع دیدی۔

اس جلسہ میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور حضور سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ حضور مہمانوں کی اس قدر تعداد دیکھ کر بے حد خوش نظر آتے تھے۔ چنانچہ ایک روز اپنے مہمانوں سمیت قادیان کے بڑے بازاروں سے گذر کر قصبہ کے باہر سیر کو تشریف لے گئے تاکہ اس بازار کے باشندے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ حضور کا الہام :-

"یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ
وَیَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ"
(تذکرہ ۲۳۸)

(یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت دور دراز سے آئے گی اور دور دراز سے لوگ تیرے پاس آئیں گے کہ جن کے آنے کی وجہ سے راستے گہرے ہو جائیں گے) آج کس شان سے پورا ہو رہا ہے۔

حضور تیز تیز چلتے تھے۔ عشاق بھی یہی کوشش کرتے تھے کہ حضور پر بار بار نظر ڈالیں اور جس قدر ہو سکے حضور کے قریب ہو کر چلیں۔ جب احباب کی کشمکش زیادہ ہو گئی تو بعض باہمت جوانوں نے جن میں حکیم محمد عمر صاحب کی شکل مجھ کو سب سے زیادہ یاد ہے۔ ایک جگہ ایک درخت کے نیچے حضور کے گرد حلقہ بنا لیا اور احباب کو ایک ایک کر کے گذارتے ہوئے حضور سے ان سب کا مصافحہ کروایا۔

حضورؑ کے وقت میں روحانی ترقی کا سلسلہ بہت تیز معلوم ہوتا تھا چنانچہ اس کی دو مثالیں یہ ہیں :-

(۱) اسی جلسہ کے ایام میں ایک روز میرے بھائی حافظ ملک محمد صاحب اور یہ ناچیز مسجد اقصیٰ (جامع مسجد قادیان) میں جمعہ کی نماز کے لئے پچھلی صفوں میں سے ایک صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے بھائی صاحب کے دل میں اور اس عاجز کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہمیں بھی کبھی حضرت صاحب کے قریب بیٹھنے کا موقعہ مل جائے۔ یہ خیال ہمارے دلوں میں گذر رہا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور نماز کے لئے مسجد میں داخل ہو کر عین ہمارے آگے۔ کرسی پر کھڑے حضور کا اس جگہ بیٹھنا اس وجہ سے تھا کہ آگے محراب تک جانے کے لئے احباب کے گھنے بیٹھے ہونے کی وجہ سے راستہ نہ تھا لیکن یہ کیا ہی فضل مولا ہے کہ ادھر ہمارے دل میں خواہش پیدا ہوئی اُدھر حضور ہمارے سامنے تشریف فرما ہو گئے اور صفیں بھی گھنی تھیں اور لمبی لمبی صفیں تھیں۔ لیکن ہمارے مولا نے حضور کے دل میں یہی ڈالا کہ فلاں جگہ بیٹھنا ہے۔ وللہ الحمد۔

(۲) دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شب بہت سے مہمان کھانے سے رہ جانے کی وجہ سے سخت بھوکا تھا بعض اور دوست بھی ایسے ہی تھے۔ تو حضور علیہ السلام کو الہام ہوا کہ :-

"یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ"

کہ اے نبی آپ اور آپ کے ساتھی منتظم بھوکے اور پریشان حال معتر کو کھانا کھلاؤ۔ اس پر حضور نے باہر کہلوا بھیجا تھا کہ جن مہمانوں کو کھانا نہیں ملا ان کو کھانا کھلایا جائے۔ چنانچہ دوبارہ لنگر کھولا گیا اور جنہوں نے کھانا نہ کھایا تھا رات کے بارہ بجے کھانا کھلایا گیا۔

اگلی صبح حضور نے حلقہ احباب میں کھڑے ہو کر حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ رات کو کھانے کا انتظام اچھا نہ تھا۔ کسی کی بھوک عرش تک پہنچی ہے اور مجھے بشارت الہام کیا گیا

"یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ"

الغرض روحانیت کی ترقی بہت تیز تھی دعائیں بہت قبول ہوتی تھیں۔ رؤیا و الہام کثرت سے ہوتے تھے۔ احباب عشق مسیح پاک میں سرشار تھے۔ مسیح پاک کے کلام سننے کے عشق میں مبتلا اور قرآن مجید کے گرد عشق کے ساتھ گھومنے والے تھے۔ ایک شیدائے قرآن کو دیکھا کہ چٹائی پر بیٹھے صبح سے شام تک قرآن پڑھ رہا ہے۔ دوسرا قرآن کریم ایسے عشق کے ساتھ نمازوں میں پڑھتا جس کو سن کر لوگ وجد میں آجاتے۔ کئی رو رو کے بے حال ہو جاتے اور کئی بغیر آہ کے نہ رہ جاتے۔ یہ تو بڑے لوگ تھے یہ راقم جو کہ ایک کرم خاکی ہے اور احمدیت کا ادنیٰ خادم ہے جب حضرت مسیح پاک کے قرآن کریم کے متعلق مندرجہ ذیل عاشقانہ کلام کو نوجوانی کے عالم میں تہجد کے وقت ترنم سے پڑھتا تو ایسے اپنا خدا سامنے نظر آنے لگتا وہ کلام یہ ہے :-

(۱) از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

ترجمہ:- قرآن پاک کے نور سے صاف صبح چمک اٹھی دلوں کی کلیوں پر بادِ صبا چلنے لگی جس سے کلیاں کھل گئیں۔

(۲) ایں روشنی و لمعاں شمس الضحٰی ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر نہ دیدہ

ترجمہ:- یہ روشنی جو قرآن بخشتا ہے وہ سورج میں بھی نظر نہیں آتی۔ اور جو رعنائی اور خوبی اس میں ہے کسی کو چاند میں بھی نظر نہیں آتی

(۳) یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا
ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ برکشیدہ

ترجمہ:- یوسف جو خدا کا نبی تھا کنوئیں کی تہ میں قیدی کی طرح رہ گیا۔ اور اس یوسف و قرآن کا یہ حال ہے کہ اس نے بہت لوگوں کو کنوئیں سے نکال باہر کیا۔

(۴) اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

ترجمہ:- اے رعنائی کی کان میں جانتا ہوں کہ تیرا نکاس کہاں ہے تو تو اس خدائی کا نور ہے جس نے یہ مخلوق پیدا کی ہے

(۵) میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس
زیرا کہ زاں فغاں اس نورت بما رسیدہ

ترجمہ:- میری رغبت کسی اور کسی طرف باقی نہیں رہی مجھے تیری محبت بہت ہی کافی ہے اس وجہ سے کہ اس فریادوں کے سننے والے آقا کی طرف سے تیرا نور ہم تک پہنچا ہے۔

الغرض اس وقت کا احمدی عاشق قرآن تھا۔ عاشق محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور کیوں نہ ایسا ہوتا جبکہ اس کا پیشوا اس کا امام مسیح پاک علیہ السلام خود عاشق قرآن اور عشق محمد ہی میں محو نظر آتا تھا۔ اور بے اختیار کہہ رہا ہوتا تھا کہ

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پھر اس وقت کا احمدی اس ایمان سے بھرپور تھا کہ زندہ اور قادر خدا موجود ہے جو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں نے قبولیت دعا کے نشانات دیکھے۔ فرشتوں کی آوازوں کو سنا۔ رؤیا و صادقہ کے ذریعہ انہیں مسیح پاک کی

صداقت کا علم ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر تازہ بتازہ نشان دیکھے ان نشانوں میں سے ایک نشان طاعون ہم نے دیکھا۔ اس مہلک مرض کے پنجاب میں پھوٹنے سے پہلے حضور علیہ السلام نے لوگوں کو بیدار کیا کہ وہ فسق و فجور کی زندگی سے بچ کر تقویٰ اور خدا ترسی کا شیوہ اختیار کریں۔ ورنہ ڈر ہے کہ وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ سرزمین پنجاب میں فرشتے طاعون کے پودے لگا رہے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ توبہ کرو تا عذاب سے بچ جاؤ آخر وہ وقت آگیا جب طاعون عذاب کی شکل میں نمودار ہوئی اور لاکھوں انسان ہلاک ہو گئے اور اس کی وجہ سے بعض گاؤں تمام کے تمام خالی ہو گئے

الغرض خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقانیت کو قائم کر دیا اور لاکھوں انسان آپ کی صداقت پر ایمان لے آئے اور جب مسیح پاک اپنی آنکھ سے جماعت کی کثرت دیکھ چکے اور اپنی عمر کے آخری جلسہ کی رونق دیکھ لی اور اپنی کتابوں اور سینکڑوں اشتہار کے ذریعہ اسلام کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء ہونا ثابت کر چکے اور خدا تعالےٰ کی طرف سے مفوضہ فرض کو ادا کر چکے تو آپ اپنے رب محسن کی آغوش میں چلے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ بدستور قائم رہا اور ہم باقاعدگی کے ساتھ جلسہ میں شامل رہے اور اس کی تدریجی ترقی کا مشاہدہ کرتے رہے

. . . . اور دیکھا کہ اگر ۱۹۰۷ء کے جلسہ میں سات سو مہمان تھے تو آج ساٹھ ستر ہزار کی تعداد ہوتی ہے یہ تدریجی ترقی اس امر کا واضح ثبوت ہے یہ جلسہ اللہ تعالےٰ کی برکات کا حامل ہے۔ احمدی جماعت کی کیا ہی خوش قسمتی ہے کہ اس کی آنکھیں شمع نور کو دیکھنے کی بصیرت دی ہے اور دیکھتی ہیں اور ان کا دل استقامت اسلام کے مرکز میں حاضر ہونے کے لئے بصد شوق تیار رہتا ہے۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے توفیق بخشی ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے اور پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت کا زمانہ بھی دیکھا ہے اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ احمدی احباب کی

خدا وحدت ایک ہی رنگ لئے ہوئے ہے اور محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی بصیرت افروزی کے لئے شمع نور کو فروزاں رکھا ہوا ہے

یہ جلسہ کوئی میلہ نہیں ہے نہ یہی کوئی خاص دلکش مناظر ہیں اور نہ اس جگہ کوئی کھیل تماشہ یا آسائش کے سامان ہیں۔ احمدی درویشوں کی سادہ بستی ہے یہاں رہنے والوں کا محبوب مشغلہ یہ ہے کہ وہ اشاعت دین اسلام کے کام کو اپنے دلی عشق سے انجام دیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور عبادتیں کرتے ہیں۔ یہی چیزیں ان کا اوڑھنا اور بچھونا ہیں۔ پس ایسے لوگوں کی بستی میں ساٹھ ستر ہزار مہمانوں کا آ جمع ہونا اگر اس روح کی بدولت نہیں جو روح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیدا کی تھی تو اور کیا چیز ہے۔ وہ عجیب روح تھی جس کے ذریعہ لاکھوں مردے زندہ ہو گئے اور اپنے بھی بیگانے اس طرح جمع ہو گئے کہ جس طرح ایک شیر خوار بچہ اپنی ماں سے چمٹ کر دودھ پینے لگتا ہے انہیں جانتا کہ دنیا میں ماں کی چھاتیوں کے سوا اور بھی کوئی چیز ہے۔ کوئی اس کو اس سے چھاتیوں سے جدا کرے مگر وہ جدا نہیں ہوتا

اس قدر مجمع کا ہونا اور دور دراز علاقوں سے سردی کی شدت برداشت کر کے احباب کا آنا اور فرش پر سونا اور ایک ہی قسم کا معمولی کھانا کھا کر خوش رہنا۔ نمازوں کے لئے مسجدوں میں بصد شوق پہنچنا اور دعائیں کرنا یہ سب اللہ تعالےٰ کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ یہ لوگ سال بھر اشاعت اسلام کے کام کے لئے باقاعدہ چندہ دیتے ہیں۔ اور پھر جلسہ سالانہ کے اخراجات کا چندہ دیتے ہیں۔ پھر ان دنوں میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جانیں لے کر حاضر ہو جاتے ہیں۔ لیکن خدا کے ہاں ان کی بڑی قدر ہے۔ یہی لوگ ہیں جو آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے کی غرض سے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں

میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ جس طرح آپ انتہائی شوق کی آنکھیں لئے ہوئے اپنے پیارے امام سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی زیارت کے لئے اس موقعہ پر آئے ہوئے ہیں آپ کا پیارا امام بھی نگاہ شوق سے آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ جلسہ سے تین ماہ قبل سے حضرت اقدس نے یہ پوچھنا شروع فرمایا تھا کہ جلسے میں کتنے روز باقی ہیں آج کیا تاریخ ہے۔ پھر جلسہ کے مختلف انتظامات کے متعلق بھی بار بار دریافت فرماتے تھے۔

حضور کے اس انہماک کو تحریر کے ذریعہ سمجھانا ناممکن ہے۔ احباب ایک طرف تو اپنے شوقِ دیدار کا جائزہ لیں اور دوسری طرف حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اشتیاق کا اندازہ لگائیں۔ کیا صاف معلوم نہیں ہوتا کہ احباب کا شوقِ دیدار تو اس کشش کا نتیجہ ہے جو اس دل کے اندر پیدا ہو رہی ہے جو کہ مہبطِ انوارِ الٰہیہ ہے۔ پس احباب کا جلسہ سالانہ میں شامل ہونا ان کے لئے بھی عید اور ان کے مقدس امام کے لئے بھی ایک عید ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ عید ہمارے لئے مبارک کرے۔ آمین

اے ساقیٔ کوثرؐ

ایسے بھی حوادث پیش ہمیں اے جانِ جہاں سو بار آئے
دریا کے کنارے ڈوب گئے اُس پار سے جب اِس پار آئے

اِس باغِ جہاں کا حال ہمیں کچھ اس کے سوا معلوم نہیں
کانٹوں سے کسی نے گل توڑے پھولوں میں کسی کو خار آئے

اے جانِ مسیحا آج ہی کچھ تسکین کی صورت ہو جائے
پھر ہوش نہ اپنے کھو بیٹھے جب ہوش میں یہ بیمار آئے

یہ بزمِ جنوں یہ دیدہ و دل مدت سے ہیں سُونے سُونے سے
اے کاش ہماری جانب بھی وہ جانِ جہاں اک بار آئے

اے ساقیٔ کوثرؐ ان پر بھی اک نظرِ کرم جو دنیا میں
میخوار مرے میخوار جئے میخوار رہے میخوار آئے

مصلح کی نصیحت ٹھیک سہی لیکن یہ اسے معلوم نہیں
اس بزمِ حسیں میں دل ہی نہیں ہم جان بھی اپنی ہار آئے

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحومؓ)

سائنس اور مذہب یعنی خدا تعالیٰ کا قول اور اُسکا فعل

دورہ حاضرہ میں جماعت احمدیہ کی ایک نہایت اہم ذمہ داری

از محترمہ امۃ المجید صاحبہ ایم اے منٹگمری

روحانی اور مادی عالم ایک ہی سرچشمہ کی دو شاخیں ہیں روحانی عالم وہ ہے جس کا تعلق غیر مرئی اور غیر محسوس شدہ چیزوں کے ساتھ ہے۔ اور مادی عالم وہ ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔ اس عالم میں ہر موجود شے کو ہم دیکھ سکتے ہیں چھو سکتے یا محسوس کر سکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو چیز دیکھی نہ جا سکے مشاہدے میں نہ آ سکے اس کے وجود پر یقین کرنا اندھے کنویں میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے۔ یہ یہ جو لوگ روحانی عالم کے وجود کے منکر ہیں۔ لیکن انسانی روح جو زندگی، حرکت احساسات اور شعور کا سرچشمہ ہے کیا اسے کبھی کسی نے دیکھا ہے ؟ لیکن کیا اسکے وجود کا باوجود اس کے نظر نہ آنے کے انکار کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں اسی مادی زندگی کے متوازی ایک روحانی عالم اور روحانی زندگی بھی ہے۔ اور ہر قسم کی زندگی خواہ وہ روحانی ہو یا مادی اس کا سرچشمہ خدا تعالیٰ ہے جو ازلی ہے جو اور ابد تک رہے گا۔ اس لئے وہ تمام اشیاء جو اس عالم میں موجود ہیں خدا کی طرف سے ہیں۔ اور کسی خاص مقصد کے تحت پیدا کی گئی ہیں اور چونکہ انسان کی پیدائش کا مقصد اس مادی زندگی کے دوران تمام مادی سامانوں کی موجودگی میں روحانیت میں کمال حاصل کرنا ہے اس لئے روحانی عالم زیادہ اہم ہے اور دائمی ہے۔ سائنس جو کائنات عالم کے عملی میدان پر حاوی ہے۔ خدا تعالیٰ کا فعل ہے اور مذہب خدا تعالیٰ کا قول ہے۔ دونوں ایک ہی منبع کی دو شاخیں ہیں ظاہر ہے کہ قول اور فعل میں تضاد نہیں ہوتا خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون سائنس اور مذہب دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے جس طرح جسم کے لئے روح اور روح کے لئے جسم کی ضرورت ہے اسی طرح سائنس مذہب کے بغیر نقصان دہ اور مذہب سائنس کے بغیر نامکمل ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کل کے زمانے کے سائنس دان مذہب سے بالکل عاری ہیں اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ مذہب اور سائنس میں آپس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ لیکن اس میں سائنسدانوں کا قصور کم اور ان لوگوں کا زیادہ ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے یہ توفیق اور علم دیا ہے کہ سائنس خدا کا فعل اور مذہب خدا کا قول ہے کرۂ ارض اپنی تمام اشیاء کے ساتھ سائنس دانوں کے لئے بطور لیبارٹری کے ہے جس طرح اسی زمین میں سے ہر روز نئی نئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اور ان کے متناسب امتزاج سے نت نئی ایجادات ہوتی رہتی ہیں اسی طرح اور بعینہٖ اسی طرح سے قرآن مجید بھی ایک عالم ہے۔ جس میں سب اہم ایجاد کا نظریاتی پہلو (Theoretical) موجود ہے ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ عربی زبان جو تمام زبانوں سے زیادہ فصیح ہے اور جو قرآن پاک کی زبان ہے اس میں دسترس حاصل کی جائے اور تقویٰ کے ساتھ زندگی بسر کی جائے اور قرآن مجید کے مطالب پر غور کر کے اس کے نظریات کو سائنسدانوں کے سامنے رکھا جائے۔ یقیناً یہ نظریات ان کے میدان تحقیقات میں ان کی مدد کا باعث ہوں گے اور اس طرح سے سائنسدان جو مذہب سے بیگانہ ہیں خدا اور مذہب کے قائل ہو جائیں گے۔ اور قرآن مجید کی عظمت اور اسلام کی ترقی کا باعث ہوں گے۔

سائنسدان اپنی تمام تر ایجادات کی بنیاد عقل پر رکھتا ہے لیکن

یہ تو خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو

اس لئے سائنسدان کے لئے غلطی کرنے اور ٹھوکر کھانے کا بہت احتمال ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گردش کرتی ہے۔ جس کے نتیجے میں دن رات بنتے ہیں اور موسموں کا تغیر و تبدل ہوتا ہے لیکن قرآن مجید نے یہ بتایا، تمام ستارے گردش میں ہیں اور آخر کار سینکڑوں سال کے مشاہدہ کے بعد سائنسدانوں کو یہ ماننا پڑا کہ سورج بھی ساکن نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ جس کے حکم سے نظام فلکی گردش میں ہے اسی نے تقریباً چودہ سو سال پہلے اپنے برگزیدہ نبی کے ذریعہ یہ بتا دیا تھا کہ سائنسدانوں کا نظریہ سورج کے بارے میں غلط ہے۔

اسی طرح بعض اور اہم مسائل جن کے حل کی تلاش میں سینکڑوں سالوں سے سائنسدان جستجو کرتے رہے ہیں قرآن مجید نے ان کا چھوٹے چھوٹے فقرات میں حل پیش کر دیا ہے۔ مثلاً سائنسدان اور بائیولوجسٹ (Biologists) اس عقدہ کو حل کرنے میں کوشاں ہیں کہ دنیا میں زندگی کا آغاز کیسے ہوا اور روح کیا ہے اور موت کسے کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں خدا تعالیٰ جو ان کی حقیقت کو جانتا اور جس کے قبضہ میں یہ سب چیزیں ہیں فرماتا ہے انا خلقنا من الماء کل شیء حی یعنی ہم نے بذات خود ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا ہے اور اگر تمام انسان جو کائنات کی فضا کو تسخیر کرنے کے مدعی ہیں مل کر بھی ایک مکھی یا مچھر جیسی حقیر چیز پیدا کرنے کی کوشش کریں تو وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے یعنی یہ کہکر خدا تعالیٰ نے انسان کی اس میدان میں ہر کوشش کو بے کار اور رائیگاں قرار دے دیا ہے اب سائنسدان عاجز آ کر یہ کہہ رہا ہے کہ اوائل کائنات میں پانی میں دھاتوں اور نباتات اور کیمیکلز کے اجزا کا اتفاق سے ایک مناسب امتزاج ہو گیا کہ اس امتزاج میں زندگی کا جرم (Germ) خود بخود پیدا ہو گیا اور اس طرح سے سطح زمین پر زندگی کا آغاز ہوا وہ زندگی کو محض اتفاق کا نتیجہ بتاتے ہیں اور اس تمام عالم انتہائی صحیح نظام کو بھی محض اتفاق قرار دیتے ہیں اور یہ عقیدہ اس نظریہ کے بالکل متضاد ہے۔ جو قرآن مجید خلق کائنات اور حیات کے متعلق پیش کرتا ہے۔

اسی طرح روح اور موت کے متعلق بھی جو سائنٹیفک تحقیقات کی گئی ہے اس سے نہ تو سائنسدان خود مطمئن نظر آتے ہیں اور نہ ہی تمام انسان کا نفس ان سے تسکین پاتا ہے۔ روح اور موت کے متعلق بھی قرآن مجید میں الٰہی ارشادات موجود ہیں اور آخر کار انہی ارشادات کی روشنی میں سائنسدان دنیا کے سامنے ان مسائل کا حل پیش کریں گے اور وہی ان مسائل کا صحیح اور درست حل ہوگا۔

عقل اور سائنس دونوں انسان کو غلط راستے کی طرف زیادہ لے جاتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ وہ صحیح راہنمائی کریں اگرچہ آخر کار مدت دراز کی ٹھوکروں کے بعد وہ اس راستے پر گامزن ہونے پر مجبور ہوتے ہیں جو قدرت کی طرف سے مقرر ہے اور جس کی طرف قرآن حکیم اشارہ کرتا ہے۔ مثلاً انسان کی پیدائش کے بارے میں سائنسدان ارتقا کے قائل ہیں مگر ان کا یہ کہنا کہ انسان جانور سے ترقی کر کے بندر کی شکل اختیار کر گیا یہ نظریہ انسانیت کے رتبہ کو بلند کرنے والا نہیں بلکہ اس کی ذلت اور توہین کا باعث ہے۔ ڈارون کی اس تھیوری کے مقابلے میں قرآن کریم فرماتا ہے ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہم نے انسان کو بہترین تناسب کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہ جانور جسے انسان کی بنیادی کڑی قرار دیا جاتا ہے اس کے متعلق جو الفاظ قرآن مجید میں استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ جب بعض لوگوں کے اخلاق انسانیت سے گر کر بالکل حیوانوں کا روپ اختیار کر گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم اپنی ان ذلیل حرکتوں اور انسانیت سوز اعمال کی وجہ سے بندر کہلاؤ گے۔ فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین۔ یعنی انسان پیدا بندر سے نہیں ہوا بلکہ اسے احسن تقویم میں شروع ہی سے پیدا کیا گیا ہے ہاں جب وہ انسانیت کے درجے سے نیچے اپنے آپ کو گراتا ہے تو خدا تعالیٰ کے نزدیک اپنی مذموم حرکات کی وجہ سے وہ ذلیل بندروں کے زمرہ میں شمار ہونے لگتا ہے۔ گویا سائنس جب صرف عقل کے بل بوتے پر میدان عمل میں آتی ہے تو وہ حقیقت سے بالکل برعکس نظریے دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔

سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ کائنات اور کارخانۂ کائنات محض اتفاق سے وجود میں آ گیا۔ سائنسدانوں کے اس نظریہ کے مطابق انسان کی زندگی کا کوئی حقیقی مقصد معین نہیں ہوتا حالانکہ وہ خود اس بات کو جانتے ہیں کہ دنیا میں کسی چیز کو صرف اس لئے ایجاد نہیں کیا جاتا کہ وہ چیز معرض وجود میں آ جائے بلکہ اسے کسی خاص ضرورت اور مقصد کے ماتحت بنایا جاتا ہے تو دنیا

اور انسان بھلا بے مقصد کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما خلقنا ھذا باطلاً۔ ہم نے اس کارخانۂ عالم کو عبث پیدا نہیں کیا بلکہ ایک مقصد عظیم کی خاطر پیدا کیا ہے پھر فرماتا ہے فاما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یعنی جھاگ اور بے کار چیزیں تلف ہو جاتی ہیں اور جو چیز نفع پہنچانے والی اور کارآمد ہوتی ہے وہ زمین پر باقی رہتی ہے۔ سائنسدانوں کے نظریے کے مقابلے میں انسانی پیدائش کا قرآنی مقصد ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کے الفاظ میں انتہا ارفع اور اعلیٰ بتایا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ انسانی نظریے کے مطابق انسانی زندگی کا مقصد دنیا میں رہ کر تمام دنیاوی چیزوں سے اپنی استعداد اور حالت کے مطابق فائدہ اٹھا کر قدرتی موت مر جانا ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ کھاؤ پیؤ، ہنسو۔ کچھ کام کرو۔ کچھ کتابیں لکھ لو۔ کچھ ایجادات کر لو اور پھر ابدی نیند سو جاؤ۔ بلکہ میں نے تمہیں ایک مادی جسم کے ساتھ جو بہترین تناسب کا امتزاج ہے ایک نہایت لطیف چیز بھی دی ہے جسے تم روح کے نام سے پکارتے ہو اور جو صرف میرے حکم سے ہے جو تمہارے احاطۂ ادراک سے باہر ہے اور میں نے تمہیں ایسے قویٰ اور قوتیں دی ہیں جن کو بروئے کار لانے سے تم اپنی روح کو جلا دے سکتے ہو اور یہ کائنات اور اس میں موجودہ اشیاء یہ نباتات یہ حیوانات یہ اجرام فلکی یہ تمام نظام شمسی اور قمری محض اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ میں نے انہیں تمہاری خاطر اور تمہاری روحانی ترقی کی خاطر پیدا کیا ہے۔ تاکہ تم میرے بندے بن جاؤ۔ گویا ایک سائنسدان خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے جسم اور اس کی پیدا کی ہوئی روح سے وجود میں آتا ہے۔ ان کی عطا کی ہوئی عقل اور ذہانت سے اس تمام عالم کی لیبارٹری میں جس میں اس کی ضرورت کا سب سامان موجود ہے فائدہ اٹھاتا ہے اور نت نئی ایجادات کرتا رہتا ہے۔ لیکن خالق حقیقی کے وجود اور اس کی صنعت سے منکر ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل مقصد کو پانا تو درکنار دوسروں کو بھی اس مقصد کی طرف جانے اور اسے پانے سے ہٹا دیتا ہے۔ سائنسدان کی مثال اس کشتی بان کی سی ہے جس کی کشتی وسیع سمندر کے درمیان جا رہی ہو۔ اس کے پاس کشتی چلانے کے سب سامان تو موجود ہوں۔

لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ میری منزل کونسی ہے اور کدھر ہے۔ وہ صرف یہ سمجھتا ہے کہ اس کا کام نیا کو کھیتے چلے جانا ہے لیکن اگر کوئی اسے بتائے کہ کشتی کا کھینا اپنی ذات میں کوئی مقصد نہیں بلکہ کشتی منزل تک پہنچنے کے لئے بنائی جاتی ہے اور کشتی میں منزل تک پہنچنے کے لئے اطراف دکھانے کا آلہ بھی ہونا ضروری ہے جو اسے بتا سکے کہ اس کی کشتی منزل کے موافق یا مخالف سمت کی طرف جا رہی ہے اور کہ اب اس کی منزل کتنی دور رہ گئی ہے۔

انسان کی منزل خدا تک پہنچنا ہے اور اس منزل کی طرف راہنمائی کرنے والے وہ سعادتمند انسان ہیں جو سائنس اور مذہب دونوں کی اصل حقیقت سے آگاہ ہوں جو جانتے ہوں کہ کوئی چیز خدا کے احاطۂ علم اور عمل سے باہر نہیں۔

مغربی ممالک کے سائنسدان تو مکمل طور پر مذہب سے بیگانہ ہیں۔ ہمارے اپنے ملک کے مسلمان سائنس کے طلبہ کی حالت بھی افسوسناک ہے۔ مجھے ایک خاتون سے جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے حال ہی میں ایم۔ ایس سی کیا ہے اور جو خوش قسمتی سے رسمی لگاؤ نہیں بلکہ اس کی حقیقت و اہمیت کو سمجھتی ہیں اور اسلامی عبادات کو التزام سے بجا لاتی ہیں ان سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا۔ دوران گفتگو انہوں نے بتایا کہ ہمارے استاد صرف سائنس کے مسائل میں ہماری راہنمائی کرتے ہیں اور اگر ہم انہی مسائل کے سلسلے میں مذہب کا کوئی سوال کریں تو وہ کبھی بھی تسلی بخش جواب دینے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے بلکہ یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ مذہب کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں مثال کے طور پر انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ مسئلہ ارتقاء پر ایک مقالہ پڑھا جا رہا تھا بحث کے دوران کسی منچلے نے سوال کیا:

What is the position of God in Evolution?

تو مقرر کو صرف یہی جواب دیتے بن پڑی

Well we should not discuss God in His absence.

یہ جواب تھا ہمارے ملک کے ایک مسلمان نوجوان کا۔ ہاں ان نوجوانوں میں سے ایک کا جن کے ذمے ایک اسلامی مملکت کی نئی نسل کی راہنمائی ہے۔ دیگ تو ایک ہی چاول سے دیکھی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ خاتون کہنے لگیں کہ میں نے اپنی کلاس کی ایک طالبہ سے جو ان کی دوست بھی ہیں پوچھا کہ کیا آپ ڈارون کی تھیوری پر یقین رکھتی ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں بھئی ہم تو سائنسدان ہونے کی حیثیت سے ڈارون کو ہی صحیح مانتے ہیں ذہنوں کا اس طرح مذہب اور حقیقت سے دور چلے جانے میں قصور خواہ کسی کا بھی ہو والدین کا ہو یا استادوں کا ہو یا سوسائٹی کا ہو لیکن یہ حقیقت ناقابل فراموش ہے کہ ذہن اور افکار مذہب اور خدا تعالیٰ نے جو سچائی کا سرچشمہ ہے بہت دور ہوتے جا رہے ہیں

اب تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کیجئے سائنسدانوں کو چھوڑ کر ہمارے ملک میں ایک دوسرا گروہ ہے جو خالص علماء کا یا مذہب کے علمبرداروں کا گروہ کہلاتا ہے وہ سائنس کو کو بُرا سمجھتے ہیں اور ہر ایجاد کو مذہب کے منافی اور خدا سے دور لے جانے والی گردانتے ہیں بے شک وہ ایسا کرنے میں کسی حد تک حق بجانب ہیں۔ لیکن بجائے نفرت کے اظہار کے سائنسدانوں سے ہمدردی رکھنی چاہیئے اور ان کے غلط نظریات کو درست کرنے کی طرف قدم بڑھانا چاہیئے نہ یہ کہ انہیں بُرا بھلا کہہ کر خاموش بیٹھیں رہیں۔

سائنس اور مذہب کی کشمکش کے اس میدان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ایسے مقام پر کھڑی ہے کہ ایک طرف تو وہ خدا تعالیٰ کو مالک ارض وسما سمجھتی ہے۔ دوسری طرف وہ یہ بھی سمجھتی ہے کہ اس دنیا میں ہونے والے تمام تغیرات جو کسی بھی سائنسدان کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوں ان کا محرک خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور اس کے پیدا کردہ تمام ذرائع ہیں جو اس نے انسان کے ہاتھوں میں دیئے ہیں۔ جماعت احمدیہ کہتی ہے کہ سائنس خدا کا فعل ہے اور مذہب خدا کا قول ہے۔ اور اس کے قول اور فعل میں کچھ تضاد نہیں ہو سکتا۔ سائنسدان خواہ کچھ بھی کہیں لیکن آخر کار وہی انہیں بھی ماننا پڑتا ہے جو خدا کے قانون نے مقرر کر دیا ہے۔

ان حالات کے پیش نظر احمدی نوجوانوں پر اس بات کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سائنس کے اس اہم دور میں خدا تعالیٰ اور مذہب کے متعلق جو غلط عقائد ہیں انہیں دور کریں اور سائنسدانوں کو ہر قسم کے عقلی نقلی اور مذہبی دلائل سے قائل کریں تا کہ وہ اپنے خیالات کو ترک کر کے راہ راست پر آ دیں۔

احمدی سے خطاب

احمدی اُٹھ اب ہے لبِ دنیا پہ جاں تیرے بغیر
قالبِ گیتی ہے بے تاب و تواں تیرے بغیر

چار سُو پھرتے نظر آتے ہیں یزداں ناشناس
اہرمن آباد ہے سارا جہاں تیرے بغیر

خندہ زن ہے ظلمتِ عصیاں نورِ تقدیس پر
نوحہ زن ہے عظمتِ کرّوبیاں تیرے بغیر

رو رہا ہے سر بزانو ہو کے ویرانوں میں دیں
سو رہی ہے قسمتِ اسلامیاں تیرے بغیر

پھیکی پھیکی سی ہے شمعِ سرمدی کی روشنی
سونی سونی سی ہے بزمِ لامکاں تیرے بغیر

منتظر ہیں مہرِ عالمتاب کی رنگینیاں
مضطرب ہے آسمانِ ضوفشاں تیرے بغیر

از مصلح الدین احمد راجیکی

اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اور غیر ممالک کے سب سائنسدانوں کو یہ بتایا جائے کہ سائنس خدا کے قول یعنی قرآن مجید کے ماتحت ہے اور چاند ستاروں تک پہنچنے کی اس دوڑ میں قرآن مجید میں جو اشارہ ہے اسے واضح کر کے سائنسدانوں سے قرآن مجید کی صداقت منوائی جا سکتی ہے اگر ان لوگوں کو اس بات کے لئے قائل کر لیا جائے کہ ہر بات خدا کے ماتحت ہے اور اسی کے اذن سے ظہور پذیر ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے افعال کو خدا تعالےٰ کے قول یعنی قرآن مجید کے ماتحت کر لیں تو یہ تمام عجیب و غریب ایجادات جو ابھی سائنسدانوں کے ہاتھوں دنیا کو ہلاکت کی طرف دھکیلے جا رہی ہیں دنیا کو ایک جنت بنا دیں گی اور لا تقتلوا النفس التی حرّم اللہ الا بالحق امر من قتل نفساً فکانما قتل الناس جمیعا کے مطابق کوئی ملک بھی ایٹم یا ہائیڈروجن بم پھینکنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور یہ تمام ایجادات انسان کے فائدے کے لئے استعمال ہونے لگیں گی اور یہ دنیا انہی سائنٹیفک ایجادات کی بدولت ایک پُرامن مسکن بن جائے گی۔

اگرچہ عقائد کے میدان میں خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور ہمارے مبلغ غیر ممالک میں بھی اور اپنے ملک میں بھی لوگوں کو صحیح اسلام کی طرف رہنمائی کرنے میں مشغول ہیں لیکن مومن ہر طرف سے چوکنا اور ہوشیار ہوتا ہے۔ سائنس کے اس دور میں عقائد کے علاوہ میدان عمل میں اور بھی احمدی نوجوان اسلام کی بہت خدمت کر سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی بادشاہت دنیا میں بھی اسی طرح قائم ہو کر رہے گی۔ جس طرح کہ وہ آسمان پر ہے۔ لیکن ہماری ہر وقت صحیح کوشش اس بادشاہت کے وقت کو قریب لانے میں مد ضرور ہو سکتی ہے اور ہمارے نوجوان اس میدان میں سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم کے ساتھ مسلح ہو کر اتریں تو کوئی وجہ نہیں کہ تائید غیبی ان کے ساتھ نہ ہو اور وہ اس میدان میں بھی کامیابی حاصل کر کے بندوں کے لئے ہدایت کا موجب اور خدا تعالےٰ کی رضا حاصل نہ کریں۔

وَآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

پروگرام جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ پاکستان ۱۹۶۰ء

پہلا دن ۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء بروز جمعہ

پہلا اجلاس

وقت	پروگرام	مقرر
۹-۱۵ تا ۹-۴۵	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۹-۴۵ سے ۱۰-۱۵	افتتاحی تقریر	سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز
۱۰-۱۵ سے ۱۱-۰۰	تعلق باللہ	صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے آکسن پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ
۱۱-۰۰ سے ۱۱-۴۵	طوفان نوحؑ	جناب مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ربوہ
۱۱-۴۵ سے ۱-۰۰	تیاری نماز	
۱-۰۰ سے ۱-۴۵	نماز جمعہ و عصر	

دوسرا اجلاس

وقت	پروگرام	مقرر
۱-۴۵ تا ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۲-۰۰ سے ۲-۴۵	آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور عبادت	جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی
۲-۴۵ سے ۳-۳۰	جماعت احمدیہ کی علمی خدمات	جناب مولوی عبدالمالک خانصاحب مربی۔ کراچی

دوسرا دن ۲۳ جنوری ۱۹۶۰ء بروز ہفتہ

پہلا اجلاس

وقت	پروگرام	مقرر
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۹-۳۰ سے ۱۰-۱۵	ہماری تبلیغی مساعی کا اثر ممالک غیر پر	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بی اے وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ
۱۰-۱۵ سے ۱۱-۰۰	ذکر حبیبؑ	حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ربوہ
۱۱-۰۰ سے ۱۱-۱۰	وقفہ برائے اعلانات و پیغامات	
۱۱-۱۰ سے ۱۱-۵۵	احمدی مردوں اور عورتوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح	جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ بلاد عربیہ و انگلستان
۱۱-۵۵ سے ۱-۰۰	تیاری نماز	
۱-۰۰ سے ۱-۴۵	نماز ظہر و عصر	

دوسرا اجلاس

وقت	پروگرام	مقرر
۱-۴۵ سے ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۲-۰۰ سے	تقریر سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز	

تیسرا دن ۲۴ جنوری ۱۹۶۰ء بروز اتوار

پہلا اجلاس

وقت	پروگرام	مقرر
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۹-۳۰ سے ۱۰-۱۵	اسلام میں خلیفہ کا مقام	جناب ڈاکٹر خلیل احمد ناصر سابق مبلغ امریکہ
۱۰-۱۵ سے ۱۱-۱۵	اخروی زندگی	جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب نائب صدر عالمی عدالت ہیگ
۱۱-۱۵ سے ۱۱-۳۰	وقفہ برائے اعلانات و پیغامات	
۱۱-۳۰ سے ۱۲-۱۵	پاکستان میں مسیحیوں کی تبلیغ اور ہمارا فرض	جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ
۱۲-۱۵ سے ۱-۰۰	تیاری نماز	
۱-۰۰ سے ۱-۴۵	نماز ظہر و عصر	

دوسرا اجلاس

وقت	پروگرام	مقرر
۱-۴۵ سے ۲-۰۰	تلاوت قرآن کریم و نظم	
۲ بجے سے	تقریر سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز	

ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد۔ ربوہ

دَوْحَۃُ اِسْمَاعِیْلَ

ایک عظیم الشّان اسماعیلی درخت

جو

تحریک جدید کی صورت میں نمودار ہوا

(از مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے ۸ فروری ۱۹۰۶ء کو فرمایا کہ :-

(۱) "زمین کہتی ہے یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ۔

(۲) یُخْرِجُ ھَمَّہٗ وَغَمَّہٗ دَوْحَۃَ اِسْمَاعِیْلَ۔ فَاَخْفِھَا حَتّٰی یَخْرُجَ۔ ایک دانہ کس کس نے کھانا" (تذکرہ طبع اوّل صفحہ ۵۲۹)

ترجمہ :- "زمین ایک زمانہ میں پکار اٹھے گی کہ اے اللہ کے نبی میں تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ اُس کا (یعنی مسیح موعودؑ کا) دینی مشکلات اور اشاعت اسلام کے لئے غم اور فکر ایک اسماعیلی درخت اُگائے گا۔ پس اس بات کو پوشیدہ رکھ یہاں تک کہ وہ اُگ آئے۔ ایک دانہ کس کس نے کھانا"

قرآن کریم کی آیت کریمہ :-

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ

میں بتایا گیا ہے کہ الٰہی جماعت کا قیام اور اس کی ترقی ایک کھیتی سے مشابہ ہوتی ہے جو پہلے پہل ایک ننھی سی کونپل نکالتی ہے اور آہستہ آہستہ یہ کونپل ایک عظیم الشّان درخت کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔

الہام مندرجہ بالا میں احمدیت کی ترقی کا ذکر ہے۔ اس الہام میں ایک مخصوص اسماعیلی درخت کی خبر دی گئی ہے۔ جس کی تخم ریزی تو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کے مبارک ہاتھوں سے ہی ہوئی۔ لیکن باقاعدہ طور پر اور ایک مخصوص شکل میں یعنی **تحریک جدید** کی صورت میں اس کی بنیاد حضور علیہ السلام کے حسن و احسان میں نظیر ہمارے موجودہ امام المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذریعہ سے ۱۹۳۴ء میں رکھی گئی۔ آہستہ آہستہ اس درخت کی شاخیں اکناف عالم میں پھیلتی چلی گئیں اور انشاء اللہ العزیز ایک بہت لمبے عرصہ تک یہ مبارک درخت اپنی شاخیں تمام دنیا میں پھیلاتا چلا جائے گا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رؤیا میں دکھایا کہ آپ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اجتہادی غلطی سے یہ سمجھا کہ شاید ظاہری ذبح ہی مراد ہو۔ چنانچہ آپ فوراً اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور حضرت اسماعیلؑ بھی جو کم بہت کم سن بچے تھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ عین اس وقت جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے والے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پکارا کہ تُو نے اپنی طرف سے اس رؤیا کو پورا کر دیا ہے اب اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں اس رؤیا کو ظاہراً پورا کرنے کے لئے اسماعیل کے فدیے میں مینڈھا ذبح کر دے۔ اس رؤیا کی حقیقی تعبیر یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اس بیٹے کو معنوی رنگ میں ذبح کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے پہلے اور آخری گھر کی خدمت کے لئے اپنے اس بیٹے کو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑ آئیں گے۔ اسی معنوی اور ظاہری ذبح کی وجہ سے ہی حضرت اسماعیلؑ کو ذبیح اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے ایک موت قبول کرتے ہوئے وقف ہو جانا ہی حقیقی اسماعیلی قربانی ہے۔ گویا "واقفِ زندگی" اور "ذبیح اللہ" حقیقی مفہوم اور روح کے لحاظ سے مترادف الفاظ ہیں۔ اسی طرح دین کی خدمت کے لئے اپنی اولاد کو ذہنی اور عملی طور پر تیار کرنا اور وقف کر دینا ہی اصل ابراہیمی قربانی ہے۔

پس حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ ہی وہ باپ بیٹا تھے جن سے دین کی راہ میں اولاد کو وقف کر دینے کی بنیاد پڑی اور وقف بھی ایسا جو ذبح ہونے کے مترادف ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقی واقفِ زندگی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جسمانیت کی ہر چیز کو ذبح کرنے کے لئے پورا پورا تیار ہو۔ پس اسماعیلؑ ایک ذبیح تھے جو مکہ کی سرزمین میں بوئے گئے جن سے ایک عظیم الشان شجرِ محمدیؐ [illegible]

انگیز واقعہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بموجب اپنے بیٹے کو معنوی رنگ میں ذبح کر دیا مگر کیا وہ واقعی ذبح ہو گیا اور ضائع ہو گیا؟ نہیں۔ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح ہونے والے ہمیشہ کی زندگی پاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک شہر آباد کر دیا اور اس سے بھی بڑھ کر شاندار بات یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذریعہ دین حق کی خاطر زندگیاں وقف کرنے والوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا جس کا بڑے زور سے ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے شروع ہونے والا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ :-

"وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ"

ترجمہ :- یعنی ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک اور صاف رکھو۔ (البقرہ رکوع ۱۵)

واقفینِ زندگی کا یہ عظیم الشان لشکر دوسرے لفظوں میں وہ معزز اور اُن قدوسیوں کا لشکر جو خدمتِ اسلام کے لئے وقف تھے اور جن کی روحیں ہر وقت دین حق کے گرد طواف کرتی رہتی تھیں، اور وہ خالص توحید کو ماننے والے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے سرِ اطاعت خم کرنے والے (اَلطَّآئِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پیدا ہوا اور اسی سنہری دور کی تیاری کرنے کے لئے اور اس کے پیش رو کے طور پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں لا کر بسایا گیا تھا۔

پس خدا تعالیٰ کی راہ میں موت قبول کر لینا یا ایک تلخ زندگی اختیار کر لینا (جو بعض اوقات موت سے بھی مشکل ہوتا ہے) یا یہی اس کی راہ میں ذبح ہو جانا ہے اور اپنی ساری زندگی دین حق کی خدمت کے لئے وقف کر دینا ہی اصل ابراہیمی اور اسماعیلی قربانی ہے۔ جو واقفین زندگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقی واقف زندگی ہیں وہ واقعی خدا کی نگاہ میں اسماعیلی شان کا نظارہ پیش کرنے والے ہیں اور جو والدین اپنے بچوں کو اس قربانی کے لئے تیار کر دیتے ہیں وہ ابراہیمی شان کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔

ابتداء سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں مقدر تھیں۔ پہلی بعثت کا مقصد تکمیل ہدایت تھا اور دوسری بعثت کا مقصد تکمیل اشاعت تھا۔ چنانچہ سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کہ یہ رسول آخرین کے گروہ میں بھی مبعوث کیا جائے گا جو ابھی تک ان صحابہؓ سے نہیں ملے لیکن بعد میں اپنی قربانیوں اور اخلاص کی وجہ سے ان کے ساتھ مل جائیں گے۔

اس بعثت ثانیہ کا خصوصی مقصد اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ :-

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ (سورہ صف)

یعنی اس زمانہ میں اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔ تمام مفسرین متفق ہیں کہ یہ آیت کریمہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی پوری ہو گی۔ اب اس زمانے میں بھی اسماعیلی قربانی کرنے والے خدا تعالیٰ کے راستے میں موت قبول کرنے والے واقفین کی ضرورت تھی تا وہ دنیا کے کناروں تک پھیل جائیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو روشن کر دیں۔

اس کام کے لئے ایک یا دو واقفین کی ضرورت نہ تھی بلکہ واقفین کے ایک لمبے سلسلہ کی ضرورت تھی۔ ایسا سلسلہ جس کی شاخیں دنیا کے ہر ملک میں پھیل جائیں۔ پس یہ سلسلہ بھی وہ اسماعیلی درخت ہے جس کے ظہور کی اس الہام میں خبر دی گئی کہ :-

یُخْرِجُ هَمَّهٗ وَغَمَّهٗ دَوْحَةَ اِسْمَاعِیْلَ

کہ مسیح موعودؑ کے دینی مشکلات کی وجہ سے ھم اور غم کے ذریعہ سے ایک عظیم الشان اسماعیلی درخت اُگے گا یعنی اسماعیلی رنگ میں قربانی کرنے والوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم کیا جائیگا جس کی شاخیں ایک بڑے درخت کی طرح نصف عالم کو گھیر لیں گی۔ پھر یہ نہیں کہ کچھ عرصے کے لئے ہی یہ سلسلہ قائم ہو پھر ختم ہو جائے نہیں بلکہ درخت کی شاخوں کی طرح یہ سلسلہ پھیلتا چلا جائے گا۔ ایک شاخ سے دوسری شاخ پھوٹے گی یہاں تک کہ وہ وقت آجائے گا کہ جب ساری دنیا اس درخت کے ٹھنڈے سائے تلے آرام کرے گی پس مقدر تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام کے ھم و غم یعنی پرسوز دعاؤں کے نتیجہ میں واقفین زندگی

کا ایک سلسلہ قائم ہو چنانچہ یہ سلسلہ نہایت شاندار طور پر منظم رنگ میں حضور کے حسن و احسان میں نظیر۔ پسر موعود۔ ہمارے موجودہ امام اطال اللہ بقاءہٗ کے ذریعہ سے ۱۹۳۴ء میں قائم کر دیا گیا۔ پس آپ ہی اس زمانے میں بروزِ اسمٰعیل ہیں جن سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں اسماعیلی رنگ میں قربانی کرنے والے واقفین زندگی پیدا ہوئے۔ آپ اس اسماعیلی درخت کے لئے بمنزلہ بیج اور دانے کے ہیں۔ یہ دانہ اب ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اکنافِ عالم میں اس کی شاخیں پھیل رہی ہیں۔

الہام کا اگلا حصہ یہ ہے کہ

فَاَخْفِهَا حَتّٰى يَخْرُجَ

یعنی اللہ تعالیٰ اس سلسلہ وقف کو قائم کرنے والے کے دل میں الہام خفی کرے گا کہ اس تحریک کی اصل شان کو مخفی رکھو یہاں تک کہ ایک حد تک یہ درخت اُگ آئے یعنی اس کے نتائج ظاہر ہونے لگیں۔ سو دیکھو یہ امر خود حضرت مصلح موعود پر بھی مخفی رہا اور آپ کو بھی غلطی لگی اور آپ نے اس سلسلہ کے قیام کا اعلان صرف تین سال کے لئے فرمایا۔ تین سال کے بعد اس کی مدت کو سات سال کے لئے بڑھا دیا۔ آخر کار جب اس تحریک جدید کے عظیم الشان نتائج ظاہر ہو گئے تب آپ کو صراحت سے اس امر کا احساس ہوا کہ اشاعت اسلام کے ساتھ ہی تو ہماری جماعت کی زندگی وابستہ ہے اور یہ ایسا کام ہے جو قیامت تک ممتد ہوتا چلا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس کے دائمی ہونے کا اعلان فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ نے اس تحریک کو اس قدر مخفی رکھا کہ خود حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود پر بھی یہ حقیقت مخفی رہی اور یہی الہام کے الفاظ ہیں فَاَخْفِهَا حَتّٰى يَخْرُجَ کہ جب تک یہ سلسلہ قائم نہ ہو جائے اس کو مخفی رکھو۔ آپ کے قلب نے اس حکم خداوندی کی اس طرح اطاعت کی کہ خود آپ کے شعور سے بھی اس کو مخفی رکھا۔ اور آپ نے سمجھا کہ یہ سلسلہ صرف تین سال کے لئے قائم کیا جا رہا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم الہام خفی کے رنگ میں آپ کے لاشعور (Unconscious Mind) میں نازل کیا گیا اور یہ آپ کے شعور (Conscious Mind) سے بھی مخفی رہا۔ الہام کا آخری حصہ یہ ہے کہ "ایک دانہ کس کس نے کھانا"

پس دیکھو کہ بظاہر ایک بیمار رہنے والا اور کمزور لڑکا تھا جس کی خرابیٔ صحت کی بنا پر یہ گمان نہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ لمبی عمر پانے والا ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ ایسا دانہ تھا جو اسماعیلی کمالات کا حامل تھا۔ وہ دانہ ایسا درخت بننے والا تھا جس کے پھل ہزاروں واقفین زندگی کی صورت میں ظاہر ہونے والے تھے۔ کسے معلوم تھا کہ مسیح موعودؑ کا یہ فرزند ایک زمانہ میں ایک ایسے سلسلہ وقف کی بنیاد رکھے گا جس سے اکنافِ عالم برکت حاصل کریں گے

"ایک دانہ کس کس نے کھانا"

اسی حقیقت کی طرف حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک رؤیا میں حضور کے متعلق یہ الہامی الفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ:-

"اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَهٗ وَاَطْلَعَ شُمُوْسَ طَالِعِهٖ"

اس الہام میں اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو تاکید فرماتا ہے کہ دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ اس مصلح موعود کو لمبی سے لمبی عمر عطا فرمائے کیونکہ اقوام عالم کا برکاتِ دین سے منور ہونا اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ پھر یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسمت کے سورجوں کو چڑھاتا چلا جائے۔ وقف کی حقیقی روح اپنے اندر رکھنے والا ہر وہ واقف زندگی جو کسی روحانی طور پر تاریک ملک کے افق پر اسلام کا سورج بن کر طلوع ہوتا ہے اور اس کی ظلمت کو روشنی میں بدلتا ہے۔ وہی مصلح موعود کی قسمت کا سورج ہے جس کا الہام میں ذکر کیا گیا ہے۔ مصلح موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "نور آتا ہے نور" پس دیکھو اس کی قسمت کے سورج دن رات نئے سے نئے ممالک کے افقوں پر طلوع ہوتے رہتے ہیں اور وہ ملک زبانِ حال سے پکار اٹھتے ہیں کہ:-

"نور آتا ہے نور"

مصلح موعود خود کیسا عظیم الشان نور ہے جس کی چھوٹی چھوٹی کرنوں کو بھی الہام الٰہی میں "اس کی قسمت کے سورج" قرار دیا گیا ہے۔ جب یہ نور ساری دنیا پر مستط ہو جائے گا اور زمین کی قسمت جاگ اٹھے گی تب وہ اپنی گذشتہ غفلتوں پر نادم ہو گی اور زبانِ حال سے مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے پکارے گی کہ

"یَا نَبِیَّ اللّٰهِ كُنْتُ لَا اَعْرِفُكَ"

کہ اے اللہ کے نبی! میں تجھے پہچانتی نہ تھی۔ کاش میں ابتداء میں ہی تجھے پہچان لیتی اور مجھے خطرناک مصائب اور عذابوں کا شکار نہ ہونا پڑتا۔

امروز قوم من نشناسد مقامِ من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم
(مسیح موعودؑ)

یہ مسیح موعود علیہ السلام کا اشاعت دین کے لئے ھمّ و غم ہی تھا جس کی وجہ سے آپ نے ہوشیار پور میں چالیس دن کا چلّہ کاٹا اور ایک عظیم الشان اسماعیلی ولادت کی خوشخبری حاصل کی۔ ہم آپ کے ھمّ و غم کا تو اندازہ بھی نہیں کر سکتے ہاں آپ کے مثیل اور خلیفہ برحق کے ھمّ و غم کا کچھ اندازہ آپ ہی کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔ یہ الفاظ آپ نے قادیان میں ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمائے تھے:-

"حقیقت یہ ہے کہ ساری دنیا میں صحیح طور پر تبلیغ اسلام کرنے کے لئے لاکھوں مبلغوں اور کروڑوں روپیہ کی ضرورت ہے۔ جب میں رات کو بستر پر لیٹتا ہوں تو بسا اوقات سارے جہان میں تبلیغ کو وسیع کرنے کے لئے مختلف رنگوں میں اندازے لگاتا ہوں۔ کبھی کہتا ہوں ہمیں اتنے مبلغ چاہئیں اور کبھی کہتا ہوں اتنے مبلغوں سے کام نہیں بن سکتا اس سے بھی زیادہ مبلغ چاہئیں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ بیس بیس لاکھ تک مبلغین کی تعداد پہنچا کر میں سوچا کرتا ہوں۔ میرے اگر اس وقت کے خیالات کو اگر ریکارڈ کیا جائے تو شاید دنیا یہ خیال کرے کہ میں سب سے بڑا شیخ چلی ہوں مگر مجھے ان خیالات اور اندازوں میں اتنا مزہ آتا ہے کہ سارے دن کی کوفت دور ہو جاتی ہے۔ میں کبھی سوچتا ہوں کہ پانچ ہزار مبلغ کافی ہوں گے۔ پھر کہتا ہوں پانچ ہزار سے کیا بن سکتا ہے دس ہزار کی ضرورت ہے۔ پھر کہتا ہوں دس ہزار بھی کچھ ...... چیز نہیں۔ جاوا میں اتنے مبلغوں کی ضرورت ہے۔ سماٹرا میں اتنے مبلغوں کی ضرورت ہے۔ چین اور جاپان میں اتنے مبلغوں کی ضرورت ہے۔ پھر میں ہر ملک کی آبادی کا حساب لگاتا ہوں۔ ان کے اخراجات کا اندازہ لگاتا ہوں اور پھر کہتا ہوں یہ مبلغ بھی تھوڑے ہیں اس سے بھی زیادہ مبلغوں کی ضرورت ہے یہاں تک کہ بیس بیس لاکھ تک مبلغوں کی تعداد پہنچ جاتی ہے۔ اپنے ان مزے کی گھڑیوں میں میں نے بیس بیس لاکھ مبلغ تجویز کیا ہے۔ دنیا کے نزدیک میرے یہ خیالات ایک واہمہ سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں رکھتے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو چیز ایک دفعہ پیدا ہو جائے وہ مرتی نہیں جب تک اپنے مقصد کو پورا نہ کرے۔ لوگ مجھے بے شک شیخ چلّی کہہ لیں مگر میں جانتا ہوں کہ میرے ان خیالات کا خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ فضا میں ریکارڈ ہوتا چلا جا رہا ہے اور

وہ دن دور نہیں

جب اللہ تعالیٰ میرے ان خیالات کو عملی رنگ میں پورا کرنا شروع کر دے گا۔ آج نہیں تو آج سے سالہا سال یا صدیوں کے بعد اگر خدا تعالیٰ کا کوئی ایسا بندہ ہوا جو میرے ان خیالات کو پڑھ سکا اور اُسے توفیق ہوئی تو وہ ایک لاکھ مبلغ تیار کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کسی اور بندے کو کھڑا کر دے گا جو مبلغوں کو دو لاکھ تک پہنچا دے گا۔ پھر کوئی اور بندہ کھڑا ہو جائے گا جو میرے اس ریکارڈ کو دیکھ کر مبلغوں کو تین لاکھ تک پہنچا دے گا۔ اس طرح قدم بقدم اللہ تعالیٰ وہ وقت بھی لے آئے گا جب ساری دنیا میں بیس لاکھ مبلغ کام کر رہے ہوں گے۔"

(الفضل ۲۸ اگست ۱۹۵۹ء)

دیکھئے کیسے عظیم الشان رنگ میں اس الہام کے پورا ہونے کی بنیاد پڑ چکی ہے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس اسماعیلی درخت کی شاخیں دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہیں۔ تثلیث کے مرکزوں میں مساجد بنائی جا رہی ہیں اور اذانوں کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ مگر یہ سلسلہ ابھی اور ترقی کرے گا اور انشاء اللہ ایک عظیم الشان درخت بن جائے گا اور اس درخت کی بیس لاکھ شاخیں ہوں گی جن کے نیچے ساری دنیا آرام کرے گی وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز

پس یہی مطلب ہے اس الہام کا کہ

"يَخْرُجُ هَمُّهٗ وَغَمُّهٗ دَوْحَةَ اِسْمٰعِيْلَ"

ہم نے سطور مندرجہ بالا میں ظلّ کے ھمّ و غم کا ملاحظہ کیا ہے۔ اب آپ اسی پر اصل کے یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے ھمّ و غم کا اندازہ کر لیں۔ اسی اسماعیلی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فرماتے ہیں:-

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا

ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔" (الوصیت)

اس میں جہاں آپ کی جسمانی ذریت کی کثرت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح آپ کی روحانی ذریت یعنی دوحۃ اسماعیل کی طرف بھی اشارہ ہے۔

اب ہمارا بھی یہ فرض ہے اور خصوصاً ان لوگوں کا جو واقفین زندگی کہلاتے ہیں کہ ہم ایسے بنیں کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بھی حقیقی واقف زندگی قرار دیئے جائیں۔ بلاشبہ زندگی وقف کرنا اس زمانہ کی سب سے بڑی قربانی ہے۔ بعض حالات میں یہ قربانی جان دینے کی قربانی سے بھی بڑھ جاتی ہے بشرطیکہ کوئی شخص اپنے وقف کو اخلاص اور قربانی کے ساتھ آخر تک نبھائے۔ ہمارے سلسلہ میں جو شخص اپنی زندگی وقف کرتا ہے اُسے معاہدہ وقف زندگی میں یہ لکھ کر دینا پڑتا ہے کہ

"میں ساری زندگی برضا و رغبت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی قسم کی شرط کے وقف کرتا ہوں"

پھر یہ بھی لکھنا پڑتا ہے کہ

"میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہوں خواہ وہ مال ہو یا جان عزت کی ہو یا جذبات کی"

پس اگر کوئی واقف زندگی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اپنے اس عہد وفا کو پورا کرتا ہے تو اس سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہو سکتا ہے؟ اور وہ بلاشبہ دوحۃ اسماعیل کی ایک شاخ ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین اطال اللہ بقاءہٗ و اطلع شموس طالعہ فرماتے ہیں:۔

"جو شخص دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے وہ ادنیٰ نہیں بلکہ اعلیٰ ہے بشرطیکہ ہر قسم کی کوتاہی سے اپنے آپ کو بچائے"

(خطبہ جمعہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء الفضل جلد ۲۳ نمبر ۱۵)

لیکن اگر کوئی واقف زندگی ان عہد وفا کو پورا نہیں کرتا بلکہ عام احمدیوں سے بھی سلسلہ کی کم خدمت کرتا ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ وقف کر کے میں نے سلسلہ پر بہت بڑا احسان کر دیا ہے یا اس کے سپرد جو کام کئے جاتے ہیں ان کو وقت کے اندر پورا نہیں کرتا اور غیر ذمہ داری کا نمونہ دکھاتا ہے وہ اگرچہ "وقف" کا لیبل ضرور اپنے اوپر رکھتا ہے مگر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانی رجسٹر میں اس کا نام واقف زندگی نہ ہو۔ بعض لوگ ایسے کام جو ان کی طبع کے مناسب حال ہوں بڑی چستی سے کرتے ہیں اور رات دن ایک کر دیتے ہیں

لیکن ایسے کاموں میں جو بارِ خاطر ہوں سستی دکھاتے دکھاتے ہیں حالانکہ موخر الذکر کام ہی زیادہ ثواب اور قرب الٰہی کا موجب ہوتے ہیں۔ کیونکہ پہلی قسم کے کاموں میں ان کا نفس اپنا ایک انتقام اور بدلہ نقد وصول کر لیتا ہے اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ اپنے نفس کے پیچھے چلنے والے ہی قرار پائیں۔ پس ایک انسان کی للّٰہیت ایسے کاموں سے ہی پہچانی جاتی ہے جو بظاہر طبعی رغبت کے خلاف ہوں لیکن صرف اطاعت کے جذبہ سے خواہ نفس پر بوجھ بھی ڈالنا پڑے وہ انہیں محض اللہ تعالیٰ کی خاطر سرانجام دے۔ اسماعیلؑ کی حقیقی شاخ تو وہی ہیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی ہر چیز پر موت وارد کر لیتے ہیں۔ پس اگر ایک احمدی واقعی طور پر دوحۃ اسماعیل کی شاخ بننا چاہتا ہے تو اسے اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضاء کو ہی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہٗ فرماتے ہیں:

"جو اپنے آپ کو پیش کریں وہ محنت اور قربانی کے لئے تیار ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا اور ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو پیش کریں"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء)

ہر احمدی کا فرض ہے کہ اگر وہ تحریک جدید کا واقف نہیں ہے تو وقف کی روح اپنے اندر ضرور پیدا کرے اور اس کے حصول کے لئے دعاؤں میں لگا رہے۔ اور وہ روح یہی ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح ادا کیا ہے کہ ہر احمدی دل میں عزم کرے کہ:۔

"میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"

یہ وہی روح ہے جو نماز میں متعدد دفعہ "اللہ اکبر" کے الفاظ سے ہمیں یاد کرائی جاتی ہے اسی طرح سے ہم علیٰ حسب الاخلاص اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوحۃ اسماعیل کی شاخیں اور اس کے پھل قرار پائیں گے۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم میٹرک پاس نہیں ہیں۔ ایم۔ اے پاس نہیں ہیں۔ علیٰ ہٰذا وغیرہ۔ اگر انسان "اللہ اکبر" اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے مفہوم کو دل میں جگہ دیئے ہوئے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کے لئے سچا اخلاص رکھتا ہے وہ یقیناً دوحۃ اسماعیل کا حصہ ہے۔ ہاں بعض لوگ اس درخت میں بمنزلہ جڑ کے ہوں گے۔ بعض تنے کی مانند ہوں گے اور بعض ٹہنیوں کی حیثیت رکھیں گے بعض پھلوں اور پھولوں کی اور بالآخر وہ خود ایک دوحۃ اسماعیل بن جائیں گے۔ جن سے آگے پھل پھول اور شاخیں پیدا ہوں گی۔ اور یہی معنے اس آیت کے ہیں۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سَائِقُنْ (نرسے گا رہ)

ہمیں ہی صرف متقی نہ بنا بلکہ متقیوں کی ایک لمبی قطار کا پیش رو اور لیڈر بنا

ایسے ہی گھنے درختوں یعنی دوحۃ اسماعیل کی قسم کی کثرت کے مقام کو جنت کہا جاتا ہے جسے قرآن کریم میں جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہا گیا ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ یا تو وہ زندگی کلیۃً دین کے لئے وقف کر دے یا وقف کی روح اپنے اندر پیدا کرے۔ اس طرح وہ اسماعیلی قربانی کرنے والے گروہ یعنی دوحۃ اسمٰعیل میں شامل ہو جائے گا۔ پھر خود ایک درخت بن جائے گا اور احمدیہ جماعت ایسے گھنے اور ٹھنڈے سایوں والے درختوں کی کثرت کی وجہ سے دنیا میں جنت کا نمونہ پیش کر دے گی

یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ اشاعت اسلام صرف باہر جانے والے مبلغین ہی کر رہے ہیں۔ ہر احمدی جو اس مشین کا پرزہ بن جاتا ہے یا اس درخت کی شاخ بن جاتا ہے وہ اسی طرح سے اشاعت اسلام کر رہا ہے جس طرح سے باہر جانے والے مبلغین۔ پس سلسلہ کا ہر مزدور یا معمار یا کلرک یا دفتری اور ہر چھوٹا اور ہر بڑا اگر وہ للّٰہیت کی روح پیدا کرے۔ اخلاص۔ محنت اور دیانت

سے خدمت کرتا ہے وہ یقیناً اس دوحۃ اسماعیل کا حصہ ہے جس کا اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وعدہ دیا گیا ہے کہ:

يُخْرِجُ هَمَّهٗ وَغَمَّهٗ دَوْحَةَ اِسْمَاعِيْلَ

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت ہم زمانے کے لحاظ سے بھی موعود اسماعیلی شان کا نمونہ پیش کرنے والے خلیفہ اطال اللہ بقاءہٗ و اطلع شموس طالعہ کا مبارک زمانہ پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے محسن احسان اور نصرت سے اپنی زندگیوں اور اپنے کردار کو ایسا بنائیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور بھی اس اسماعیلی درخت کا حصہ قرار دیئے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "کشتی نوح" میں فرماتے ہیں:

"اے وے لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت میں شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ سچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے"

لہٰذا ہم سب کو خدا کے حضور اور اس کی بارگاہ میں دست بدعا رہنا چاہیئے کہ وہ ہمیں ایسا بنا دے وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

میرے آقا کو اے مولا شفا اک بار ہو جائے

(مبشرہ احمد پرویز راولپنڈی)

سنبھل جائے یہ دل اور آرزو بیدار ہو جائے
نگاہِ لطف تیری اس طرف اِک بار ہو جائے

مداوا تو کریں ہر اک کے غم کا ہم مگر ڈر ہے
مبادا اِن مصائب سے ہمیں خود پیار ہو جائے

جھکی ہوں یہ نگاہیں جب وہ ہوں پیشِ نظر اے دل
یہ ممکن ہے محبت میں کبھی اِک بار ہو جائے

تمنّا تیرے ہر خادم کی یہ ہوتی ہے جلسہ پر
کسی صورت سے بھی حاصل ترا دیدار ہو جائے

جو حاصل ہو ترا فضل و کرم یاربّ تو ممکن ہے
یہ ناؤ ایک دن شاید بھنور کے پار ہو جائے

عطا کر تا قیامت سایۂ فضلِ عمر ہم کو
کہ تا سارا جہاں اِسلام کا دلدار ہو جائے

یہی اِک التجا پرویز کی ہے ہر گھڑی تجھ سے
میرے آقا کو اے مولا شفا اِک بار ہو جائے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک الہامی پیشگوئی کے بروقت ظہور پر

مشہور برطانوی مؤرخ مسٹر ٹوائن بی کی شہادت

مسعود احمد دہلوی

—— (۱) ——

بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۱ء میں قیام لدھیانہ کے دوران جبکہ آپ اپنی معرکۃ الآرا کتاب "ازالۂ اوہام" تصنیف فرما رہے تھے، اپنے بعض اصحاب کو اپنا حسب ذیل الہام سنایا:۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ایام ضعف و اختلال

یعنی سلطنت برطانیہ کا موجودہ عروج آٹھ سال تک اسی طرح برقرار رہے گا اس کے بعد کمزوری اور اضمحلال کے آثار شروع ہو جانے کے باعث اس کے زوال کی بنیاد پڑے گی۔ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق یہ الہام ۱۸۹۱ء سے بھی قبل کا ہے گو اسے حضور علیہ السلام نے بیان اپنے قیام لدھیانہ کے دوران بھی کیا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ الہام ۱۸۸۸ء، ۱۸۸۹ء یا اس سے بھی کچھ قبل کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اگر الہام کے الفاظ کے مطابق اس میں آٹھ سال جمع کئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سلطنت برطانیہ کے زوال کی بنیاد ۱۸۹۶-۹۷ء یا اس کے قرب وجوار کے زمانہ میں پڑنی مقدر تھی۔ ہرچند کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کو اس زمانہ میں شائع نہیں فرمایا لیکن چونکہ حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ نے یہ الہام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو سنا دیا تھا اس لئے انہوں نے انہی دنوں اسے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں چھاپ دیا اس کے بعد وہ "پیشگوئی ہشت سالہ" کے نام سے "اشاعۃ السنۃ" میں اس کا بار بار ذکر کرتے رہے جیسا کہ اخبار مذکور کی جلد ۱۳ نمبر ۱-۳ کے صفحہ ۳ پر درج شدہ عبارت سے بھی ظاہر ہے:۔

جس زمانے میں حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی اس زمانے میں کوئی ایک شخص بھی یہ باور کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ آٹھ سال کی قلیل مدت کے اندر اندر جو پلک جھپکنے میں گزر جاتی ہے برطانیہ عظمیٰ کی وسیع و عریض سلطنت زوال پذیر ہونی شروع ہو جائیگی، کیونکہ اس وقت برطانیہ کی قسمت کا سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا اور ساری دنیا اس کا لوہا ماننے پر مجبور ہو چکی تھی خود برطانوی قوم کے افراد کے لئے اس وقت اپنی سلطنت کی وسعت اور اس کے روز افزوں استحکام کے پیش نظر اپنے عنقریب شروع ہونے والے زوال کو تصور میں لانا محال تھا وہ بھلا اسے تصور میں کیسے لا سکتے تھے جبکہ ان دنوں میں ان کی قوم کا ہر فرد اس نشہ میں سرشار تھا کہ برطانیہ اب کبھی زوال کا منہ نہ دیکھے گا اور جوں جوں دن بھی چڑھے گا وہ اس کی طاقت و قوت اور دبدبہ و حکومت میں اضافے کا موجب ہوگا تا کہ زوال و اختلال کا معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر کی تفصیلی علم نہیں دیا گیا تھا کہ اس زوال کی نوعیت کیا ہوگی اور یہ کہ اس سے مراد کیا ہے۔ یا پھر آپ اسے ظاہر کرنا مناسب خیال نہیں فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ کے ایک مخلص صحابی حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضؓ نے اس الہام کے بارہ میں آپ سے عرض کیا کہ اس میں روحانی اور مذہبی طاقت کا ذکر معلوم ہوتا ہے یعنے ۸ سال کے بعد سلطنت برطانیہ کی مذہبی طاقت پر ضعف رونما ہو کر پیچھے مذہب یعنی اسلام اور احمدیت کا غلبہ شروع ہو جائے گا۔ تو آپ نے فرمایا جو ہونا ہے وہ ہو رہے گا ہم پیش از وقت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۸۹)

—— (۲) ——

زمانہ گزرتا گیا اور دنیا والوں کی نگاہ میں بظاہر برطانیہ کی طاقت میں زوال و اضمحلال کے آثار رونما نہیں ہوئے۔ اور برطانوی قوم یہی سمجھتی رہی کہ اس کا غلبہ ہمیشہ ہمیش قائم رہے گا اور اپنے اس غیر معمولی عروج کے بعد وہ پھر کبھی زوال کا منہ نہ دیکھے گی۔۔ اسی طرح تقریباً پچیس سال گزر گئے۔ اس کے بعد یکا یک ایک عالمگیر جنگ کی طرح پڑی جو پہلی جنگ عظیم کے نام سے مشہور ہے یہ جنگ چار سال تک جاری رہی۔ جب اس کو بھی تقریباً ۲۵ سال گزر گئے تو دوسری جنگ عظیم چھڑی اور اس نے بھی پانچ چھ سال دنیا کو خوب تہ و بالا کیا۔ ان دونوں جنگوں کے نتیجہ میں برطانیہ کی قوت زائل ہو کر رہ گئی۔ ہرچند کہنے کو اسے شکست کا منہ دیکھنا نہیں پڑا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کی وہ پہلی سی قوت باقی نہیں رہی اور برطانیہ دنیا میں صف اول کی قوم شمار ہونے کے بجائے تیسرے درجہ کی طاقت سمجھا جانے لگا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ابھی چند سال بھی نہ گزرے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے برطانوی سلطنت سمٹنی شروع ہوئی اور وہ وسیع و عریض علاقے جو اس کے زیر نگین تھے ایک ایک کر کے آزاد ہونے لگے اور اب تک برابر آزاد ہوتے جا رہے ہیں۔ اب جبکہ برطانوی سلطنت بہت بڑی حد تک ختم ہو کر رہ گئی ہے یورپ اور خود برطانیہ کے بعض مؤرخ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ برطانیہ جس زمانے کو اپنے انتہائی عروج کا زمانہ سمجھتا تھا اس کے زوال کی اصل بنیاد عین اس زمانے میں ہی پڑ چکی تھی۔ چنانچہ برطانیہ کے نامور فلسفی اور مؤرخ مسٹر آرنلڈ جے ٹوائن بی نے جنہیں ساری دنیا میں ان کے علم و فضل کی وجہ سے بہت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۱۹۴۷ء میں ایک مضمون "The present point in History" کے زیر عنوان لکھا تھا۔ اس میں انہوں نے برطانوی قوم کے زوال کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے اسباب و عوامل پر بھی روشنی ڈالی ہے اور بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ذہنی تحریکات جو بالآخر پچاس سال بعد ایک ہولناک طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور جس کے نتیجہ میں برطانیہ کی طاقت منتشر ہو کر رہ گئی۔ دراصل ۱۸۹۷ء میں ہی شروع ہو چکی تھیں:۔

—— (۳) ——

مسٹر ٹوائن بی کا یہ مضمون ان کے اس مجموعہ مضامین میں شامل ہے جو "Civilization on Trial" کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور اب تک جس کے متعدد ایڈیشن منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اس میں انہوں نے ۱۸۹۷ء کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے کہ جب برطانوی قوم ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کی جوبلی منا رہی تھی لکھا ہے اس وقت برطانوی قوم قوت و اقتدار کے نشہ میں پوری طرح مدہوش تھی، وہ سمجھتی تھی کہ اب دنیا کی تاریخ اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے، زمانہ اور کوئی کروٹ نہیں لے گا۔ اور ہرگز یہ نوبت نہیں آئیگی کہ آسمان نظریں پھیر لے۔ اہل برطانیہ اس خیال میں مگن تھے ۱۸۱۵ء میں واٹرلو کی لڑائی جیتنے کے بعد امور خارجہ کی سب الجھنیں ہمیشہ کے لئے طے ہو چکی ہیں۔ اسی طرح ان کا خیال تھا کہ ۱۸۳۲ء میں مشہور ریفارم بل پاس ہو جانے کے بعد داخلی امور کو وہ استحکام نصیب ہوا ہے کہ ان میں تزلزل کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا نیز ۱۸۵۷ء کا غدر فرو ہونے اور ہندوستان کے پوری طرح زیر نگیں آ جانے کے بعد وہ مطمئن تھے کہ اب سلطنت برطانیہ پر کبھی سورج غروب نہ ہوگا ہر جہت اور ہر لحاظ سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے قوت و اقتدار کو زوال سے محفوظ تصور کرتے تھے الغرض مسٹر ٹوائن بی نے ۱۸۹۷ء میں ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے جشن صد بہاراں کا دلکش نقشہ کھینچتے ہوئے اپنی قوم کی ان خام خیالیوں پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"برطانوی قوم کے وہ لوگ جو ۱۸۹۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی کے موقعہ پر لندن میں برطانوی نو آبادیات کی فوجوں کا مارچ پاسٹ دیکھ رہے تھے ان میں سے بہت ہی کم تھے جو یہ سوچنے کی زحمت اٹھانے کے لئے تیار تھے کہ ہر کمال بالآخر زوال پر منتج ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ انہیں اپنی قسمت کا سورج نصف النہار پر چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ اب نصف النہار پر ہی ٹھہرا رہے گا اور لطف یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کی ضرورت بھی نہیں سمجھی کہ یشوع کی طرح سورج کو نصف النہار پر ٹھہرے رہنے کا

سحرآمیز حکم ہی دیدیتے ہیں[1]

"یشوع کی کتاب کے دسویں باب کا مصنف بہرحال اس بات سے باخبر تھا کہ وقت کی رفتار کا اس طرح ساکن ہونا خلافِ معمول امر ہے کیونکہ لکھا ہے "ایسا دن نہ اس سے پہلے ہوا اور نہ اس کے بعد کہ جس میں خداوند نے کسی آدمی کی اس طرح بات سنی ہو" لیکن ۱۸۹۷ء میں برطانوی قوم کے عوام اپنے حق میں اس خیالی معجزے کو ایک طے شدہ حقیقت تصور کر بیٹھے۔ بادی النظر میں انہیں جو کچھ دکھائی دے رہا تھا اس کی رو سے ان کے نزدیک تاریخ اپنے اختتام کو پہونچ چکی تھی"

(دسویلیزیشن آن ٹرائل صـ۱۷)

اس کے بعد وہ ۱۸۹۷ء کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے جبکہ زوال کے آثار پوری طرح منصۂ شہود پر آچکے تھے برطانوی قوم کی پچاس سال قبل کی خام خیالیوں کے ضمن میں مزید لکھتے ہیں :-

"۱۸۹۷ء کے تاریخی حالات کی روشنی میں جب ہم پچاس سال پیچھے کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں برطانوی قوم کے متوسط طبقے کی یہ خام خیالیاں سراسر جنون اور دیوانگی کے مترادف نظر آتی ہیں" (صـ۱۸)

آگے چل کر مسٹر ٹوائن بی نے مغربی اقوام کے مزاج اور ان کی تہذیب کا تجزیہ کرکے اس عام ذہنی کشمکش اور بے اطمینانی پر روشنی ڈالی ہے جو اس تہذیب کی وجہ سے یورپ کی اکثر اقوام کے متوسط طبقوں میں پیدا ہوئی اور جو بالآخر سلطنت برطانیہ کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہو کر رہا۔ اسی ضمن میں انہوں نے مزید لکھا ہے کہ یہ ذہنی کشمکش اور بے اطمینانی در پردہ ۱۸۹۷ء میں شروع ہو کر زمانے کے حالات پر اثر انداز ہونی شروع ہو گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں آگے چل کر تاریخ نے ایک زبردست کروٹ لی اور دنیا کو عملاً یہ باور کرا دیا کہ ہر کمال را زوال۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"بادی النظر میں دکھائی نہ دینے والی وہ زیرِ زمین تحریکات جنہیں باطنی کشمکش کو بھانپنے والا ایک سماجی ماہر ۱۸۹۷ء میں زمین سے کان لگا کر محسوس کر سکتا تھا اصل باعث ہیں اُن زلزلوں، طوفانوں اور آتش فشاں دھماکوں کا جنہوں نے گذشتہ پچاس سال کے عرصہ میں تاریخ کی بے رحم چکّی یا جگن ناتھ[2] کی اندھی رتھ کو حرکت میں آنے کا اشارہ کیا ہے" (صـ۲۰)

(۴)

مسٹر ٹوائن بی جیسے عظیم مورخ اور فلسفی کا یہ اعتراف کہ وہ عوامل جو بالآخر ۵۰ سال کے طویل عرصہ میں برطانوی اور دیگر یورپی اقوام کے زوال کا باعث بنے دراصل ۱۸۹۷ء میں ہی جنم لے چکے تھے حضرت بانی سلسلۂ احمدیہؑ کے مذکورہ بالا الہام کی صداقت کو نہایت شان کے ساتھ آشکار کر رہا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ۱۸۹۹ء یا اس کے قرب وجوار کے زمانے میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کو اپنے خاص الہام کے ذریعہ آٹھ سال کے اندر اندر برطانوی سلطنت کے زوال پذیر ہونے کی خبر دی تھی اُس وقت برطانوی قوم قوت و اقتدار کے نشے میں چور تھی باقی دنیا بھی اس قدر جلد اس کے زوال کو تصور میں لانے کے لئے تیار نہ تھی، خود بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو غالباً تفصیلی علم نہیں دیا گیا تھا کہ زوال سے اس آغاز سے مراد کیا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کے اس الہام کو اپنے رسالہ میں چھاپ کر حکومت کو آپ کے خلاف بھڑکانا چاہا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے بروقت اور اصل ظہور کو پچاس سال تک پردۂ اخفا میں رکھا۔ بالآخر جب زوال برطانیہ کے آثار پوری طرح منصۂ شہود پر آگئے تو اور کوئی نہیں خود برطانوی قوم کا نامور ترین مورخ حالات کا تجزیہ کرتے کرتے پکار اٹھا کہ دراصل برطانیہ کے زوال کی بنیاد ۱۸۹۷ء میں پڑ چکی تھی اور اس طرح اس نے اپنے اس اعتراف سے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں خدا کے مونہہ سے نکلی ہوئی باتیں کبھی نہیں ٹلا کرتیں۔ بات وہی صحیح تھی جو خدا نے اپنے مسیحؑ سے کہی اور خدا کے مسیحؑ نے دنیا کو سنائی کہ :-

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ایامِ ضعف و اختلال

کون انکار کر سکتا ہے کہ مسٹر ٹوائن بی کا مذکورہ بالا اعتراف بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح ظاہر کر رہا ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ :-

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(درثمین)

حاشیہ [1] اس میں مسٹر ٹوائن بی نے بائبل میں مندرج "صحیفۂ یشوع" کے باب ۱۰ کی آیات ۱۲ و ۱۳ کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں مذکور ہے کہ یشوع کے حکم سے سورج ٹھہرا رہا اور اس وقت تک غروب نہ ہوا جب تک کہ بنی اسرائیل نے دشمنوں سے انتقام نہ لیا

حاشیہ [2] یشوع باب ۱۰ آیت ۱۴۔

[2] مراد ہندوؤں کے جگن ناتھ نامی اس اوتار کی رتھ سے ہے جس کے آگے لوگ اندھا دھند اپنے آپ کو پھینک کر ہلاک کر لیتے تھے۔

تری وفاؤں کا دل کو ہے اعتبار اب تک

فضول خدشوں کا یونہی رہا شکار اب تک
تری وفاؤں کا دل کو ہے اعتبار اب تک

مجھے تمہارے تغافل کا ہے گلہ ناحق
خود اپنے دل پہ نہیں مجھ کو اختیار اب تک

وہ راکھ ہو گئی کب کی جو آگ بھڑکی تھی
تڑق ہی پڑتا ہے لیکن کوئی شرار اب تک

الٰہی کیا وہ گھڑی جیتے جی نہ آئے گی؟
ہے جس گھڑی کا مری جان کو انتظار اب تک

جہاں کسی نے محبت کا عہد باندھا تھا
فضا وہاں کی ہے تنویرؔ خوشگوار اب تک

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور اُن کے تقاضے

دینی علوم کا حصول۔ ذکرِ الٰہی، پُرسوز دعائیں اور بزرگانِ دین کی صحبت ہر جلسہ میں ہر احمدی کا شعار ہونا چاہئے

خورشید احمد

اسلام میں اجتماع کے مقاصد

اجتماع قومی اور جماعتی زندگی میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ بنی نوع انسان کے اجتماعی مفاد کے مظہر ہیں۔ اور اس لحاظ سے ایک اہم فطری تقاضا کے حامل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک ہر قوم اور ہر طبقہ میں مختلف اغراض کے ماتحت اجتماع منعقد ہوتے ہیں۔ یہ اجتماع ان میں شامل ہونے والوں کے مزاج و کردار کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ بعض مخصوص روایات ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ ان روایات کا پورا ہونا ہی ان کی کامیابی کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس نے بھی انسان کے اس فطری اجتماعی تقاضے کو نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ حج، عیدین اور جمعہ وغیرہ کے اجتماع اس نے مقرر کئے۔ ان مقدس اسلامی اجتماعوں کے پس منظر ان کے آداب اور ان کے ساتھ وابستہ روایات پر اگر ایک نظر ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ اسلام کے نزدیک اجتماع کی وہی اغراض ہیں۔ جن کے لئے اللہ تعالیٰ نبی اور مامور مبعوث فرمایا کرتا ہے۔ اور جنہیں قرآن پاک کی سورۂ جمعہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

هو الذی بعث فی الامیین
رسولاً منهم یتلوا علیهم
ایاته و یزکیهم و
یعلمهم الکتاب و الحکمة
و ان کانوا من قبل لفی
ضلال مبین.

ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے ایک ان پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو (باوجود ان پڑھ ہونے کے) ان کو خدا کی آیات سناتا ہے۔ ان کو پاک کرتا ہے۔ ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ایک نبی اور مامور من اللہ کے کام یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے نشانات و معجزات اس کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں۔

(۲) وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور ان کی حکمتوں سے آگاہ کرکے ان کی دینی واقفیت اور ان کے ایمان اور ان کی معرفت کو بڑھاتا ہے۔ تاکہ وہ انفرادی اور قومی لحاظ سے ترقی کرتے چلے جائیں۔

(۳) وہ ان کو پاک اور مطہر بناتا ہے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں۔ اور ان کی تائید و نصرت ان کے شاملِ حال ہو۔

اسلامی اجتماعوں کے جو آداب و طریق مقرر کئے گئے ہیں۔ وہ سب انہی اغراض کو پورا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ہر اسلامی اجتماع اپنی ذات میں ایک دیدہ ور آنکھ کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک زندہ نشان اور معجزہ ہے۔ دینی علوم اور ان کی حکمتوں سے آگاہ کرنے کے لئے بعض ایسے امور ان اجتماعوں کے لئے لازمی قرار دئیے جن سے علم و عرفان حاصل ہو اور تنظیم و ضبط اخوت و مساوات محبت و ہمدردی اور اطاعت کے جذبات ترقی کریں۔ تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہر عبادت کے ساتھ ذکر اللہ اور دعاؤں کو لازمی قرار دیا۔

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ انہی اغراض کے تابع ہے

جماعت احمدیہ اسلام ہی کی تجدید و احیاء کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اس لئے اس کا سالانہ جلسہ بھی انہی اغراض کے تابع ہے۔ جنہیں اسلام نے ملحوظ رکھا ہے۔ آج سے اڑسٹھ برس قبل جب بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بابرکت جلسہ کی بنیاد رکھی۔ تو آپ نے اس جلسہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا

(۱) "اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کے ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔ اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے۔ اور اپنے لئے قبول کرے۔ اور پاک تبدیلی انہیں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں کا یہ بھی ہوگا کہ ...... آپس رشتہ تودد تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا۔ اس جلسہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لیے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائیگی۔"

(اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء)

(۲) "اس جلسہ کے اغراض میں سے سب سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ اور پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں۔ کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا۔ اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں ..... اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

(۳) حضور علیہ السلام نے اس جلسہ کو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ایک نشان بھی قرار دیا۔ چنانچہ دوسرے سالانہ جلسہ کے بعد حضور نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو تئیس احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے۔ جنہوں نے توبہ کرکے بیعت کی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں؟" (اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام)

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے وہی مقاصد مقرر فرمائے۔ جن کے لئے ایک مامور من اللہ کو مبعوث کیا جاتا ہے۔ اور جو اسلامی اجتماعوں میں بالخصوص ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔

یہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں

ہمارے جلسہ سالانہ کی تاریخ اور اس کی روایات سے ظاہر ہے کہ جن مقاصد کے پیشِ نظر اس جلسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابتداء سے لے کر آج تک ہر سال اس جلسہ کے ذریعہ سے وہ نہایت آب و تاب سے پورے ہوتے رہے ہیں۔ ہر سال ایک نئی شان کے ساتھ یہ جلسہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق احمدیت کی معجزانہ ترقی کا ایک بڑا نشان پیش کرتا ہے۔ علوم دینیہ معرفت اور ایمان و عرفان کے بڑھانے اور جماعت کے تعلقات اخوت کو مستحکم کرنے کے سلسلہ میں اس جلسہ کو جو بلند مقام حاصل ہے اس کا ہر احمدی شاہد ہے۔ انفرادی اور اجتماعی دعائیں عبادتیں اور ذکر الٰہی تو جلسہ

کے ایام میں ہر احمدی کی روح کی غذا اور اس کے پروگرام کا ایک لازمی اور ضروری حصہ ہوتا ہے گویا جن مقاصد کے پیش نظر اس جلسہ کی بنیاد رکھی گئی اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہر سال وہ نہایت عظیم الشان طور پر پورے ہوتے ہیں الحمد للہ علےٰ ذالک

بعض غیر از جماعت اصحاب کے تأثرات

ان مقاصد کے پورا ہونے کی یہ برکت ہے کہ جو غیر از جماعت اصحاب اس جلسہ پر آتے رہے ہیں وہ حد درجہ متأثر ہوئے ہیں۔ بطور نمونہ چند ایک تاثرات درج ذیل کئے جاتے ہیں:

"مجھے جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ دیکھنے کا موقع ملا جس میں ملک کے ہر حصہ سے لوگ شامل ہوتے ہیں اس جلسہ کے متعلق میں نہایت اعلےٰ رائے رکھتا ہوں..... قادیان کی فضا مادی دنیا سے بالکل مختلف اور خالص روحانی ہے..... یہاں رہنے سے انسان کے اندر ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ روزمرہ کی زندگی میں مادیات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ یہ روح اور جسم دونوں کے لئے امن اور تازگی اور آسودگی کا مرکز ہے جو شخص کوشش کر کے یہاں پر کچھ حاصل کرنا چاہے وہ اطمینان قلب حاصل کر سکتا ہے اور ایسا شخص جوں جوں تلاش کرے گا اسے یہاں کبھی نہ ختم ہونے والے نئے نئے خزانے حاصل ہوتے جائیں گے..... یہ ایک ایسی جگہ ہے جس کے روحانی خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے"

(جرمن سیاح مسٹر فریڈرک)

(۲) "احمدیوں میں آپس میں بہت اچھے اور قابل تعریف تعلقات ہیں۔ ہر احمدی دوسرے سے بالکل سگے بھائیوں اور عزیزوں کا سا برتاؤ کرتا ہے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے" (ایک متعصب آریہ کے تاثرات از تیج دہلی ۲۵ جنوری ۲۷؁ء)

(۳) "میں جس قدر اس مجمع کی کیفیت کا مطالعہ کرتا تھا میرا یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ یہ لوگ اپنے ارادوں میں اور زیادہ پختہ ہو گئے ہیں۔ ان کے حوصلے نہ صرف بڑھ گئے ہیں بلکہ بڑھتے جا رہے ہیں"

(نامہ نگار ہفت روزہ اقدام لاہور)

پس جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ نہ صرف ظاہری لحاظ سے کامیاب ہے بلکہ وہ باطنی لحاظ سے بھی کامیاب ہے۔ ظاہری لحاظ سے اس جلسہ کی مقبولیت اس سے ظاہر ہے کہ پہلے جلسہ سالانہ پر صرف ۷۵ اشخاص اس میں شریک ہوئے تھے اور گذشتہ جلسہ پر کم و بیش ایک لاکھ فرزندانِ احمدیت نے اس میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی تھی اور باطنی لحاظ سے اس جلسہ کی کامیابی بھی اتنی روشن ہے کہ غیروں نے بلکہ مخالفین نے بھی اعتراف کیا ہے کہ اس جماعت میں وہ خصوصیات موجود ہیں جن کے پیدا کرنے کی خاطر اس جلسہ کی بنیاد رکھی گئی تھی

اس جلسہ کی دوگونہ کامیابی یقیناً ہر احمدی کے لئے خوشی مسرت اور ازدیادِ ایمان کا باعث ہے اور اس کا سر اظہار تشکر کے طور پر بے اختیار بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے

جماعت احمدیہ کے لئے لمحہ فکریہ

لیکن جلسہ سالانہ کی یہ کامیابی اور مقبولیت ہمارے لئے لمحہ فکریہ بھی ہے —— جب قومیں ترقی کرتی ہیں اور جماعتیں کامیابی کی طرف قدم بڑھاتی ہیں تو اس وقت قومی اخلاق اور جماعتی روایات کی حفاظت کرنے کی بھی خاص طور پر زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جبکہ قومی خصائل اور جماعتی اوصاف و روایات کو فراموش کر دینے کا رجحان پیدا ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ متعدد قوموں کا زوال اس وقت شروع ہوا جبکہ وہ اپنے نقطۂ عروج پر تھیں۔ اس وقت انہیں اپنی خوبیوں کو قائم رکھنے کی ضرورت کا احساس نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خوبیاں گھٹتی چلی گئیں اور وہ اپنے ترقی کے معیار کو قائم نہ رکھ سکیں۔ جماعت احمدیہ نے اس وقت تک بلاشبہ اپنے جلسہ سالانہ کی روایات کو قائم رکھا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت اسے حاصل ہے اور ہمارا یہ مقدس سالانہ اجتماع ظاہری مقبولیت اور معنوی کامیابی دونوں لحاظ سے اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا مورد ہے لیکن اس کی ترقی اور مقبولیت میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس امر کی ضرورت بشدت محسوس ہوتی چلی جائے گی کہ ہم اس کے تقدس کو ہمیشہ قائم و برقرار رکھیں۔ ہمیں جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور اس کی روایات کو ہر لمحہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ حق یہ ہے کہ جلسہ سالانہ کی مخصوص روایات کی حفاظت ہی اس کی کامیابی کی ضامن اور اللہ تعالےٰ کے فضل و نصرت کی جاذب ہے اور یہ روایات کیا ہیں؟ سوز و گداز سے معمور دعائیں۔ خلوص قلب اور رقت کے ساتھ کی ہوئی عبادتیں۔ شعائر اللہ کی زیارت۔ بزرگانِ دین اور اہل اللہ کی پاکیزہ صحبتیں۔ دین کو سیکھنے اور سمجھنے کا شوق اور دین کی خاطر قربانی کے پر خلوص جذبات یہی وہ روایات جو ان ایام میں ہر احمدی کے پیش نظر ہونی چاہئیں اور جن کی پابندی موجودہ ایام میں جبکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ علیل ہیں ہر احمدی کی روح کی غذا بن جانی چاہیئے

یہ درست ہے کہ جماعت احمدیہ کی ترقی اور جلسہ سالانہ کی کامیابی کے متعلق اللہ تعالےٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں اور ہر احمدی کا ایمان ہے کہ یہ وعدے انشاء اللہ بہرحال پورے ہوں گے لیکن یہ امر ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ہماری کوتاہی اور سستی (خدا نخواستہ) ان وعدوں کے ظہور میں تاخیر اور تعویق کا باعث ہو سکتی ہے اور یہ امر ایک مومن کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ الٰہی وعدوں کی پیشِ نظر اپنی جد و جہد اور کوشش کی رفتار میں کسی اعتبار سے بھی کمی آنے دے۔ اس کی شان یہی ہے کہ وہ الٰہی وعدوں کو جلد تر —— اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھنا چاہتا ہے لہذا الٰہی وعدے اس کی سعیِ عمل کو تیز اور تیز سے تیز تر کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔

پس جلسہ سالانہ کی کامیابی کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بشارتیں ملیں ان کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہم اپنی کوشش اپنی جد و جہد اور اپنی قربانی کی رفتار کو بڑھاتے چلے جائیں اور نہ صرف خود بلکہ اپنی اولاد در اولاد کو بھی ہمیشہ اس امر کی تلقین کرتے رہیں کہ وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے۔ اس کی برکات کو حاصل کرنے۔ اس کی روایات کو پورا کرنے اور اس کے اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھنے کی ہمیشہ کوشش کریں تا ہمارا یہ مقدس جلسہ ہمیشہ ظاہری اور معنوی دونوں لحاظ سے کامیاب رہے بلکہ ترقی کرتا چلا جائے۔

ایک اور ضروری امر

ہمارے جلسہ سالانہ پر سینکڑوں نہیں ہزاروں غیر از جماعت اصحاب تشریف لاتے ہیں جو مختلف مذاہب۔ مختلف ممالک اور مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہمارا یہ جلسہ ایک پیمانہ ایک کسوٹی اور ایک معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے وہ ہمارے خیالات و افکار اور ہمارے اخلاق و کردار کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اس کسوٹی اور معیار کے ذریعے پرکھ کر اور متأثر ہو کر ہر سال سینکڑوں اصحاب کو قبولِ حق کی توفیق ملتی ہے —— اس لحاظ سے بھی جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی کا اور خصوصاً نوجوانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس مقدس موقع پر اپنا نیک —— بلکہ نیکی کے لحاظ سے اعلےٰ معیاری اور جماعت کے شایانِ شان نمونہ قائم کرے اور اس امر کو کبھی فراموش نہ کرے کہ اس کی خامی اور کمزوری یا اس کی نیکی اور خوبی اس موقعہ پر پوری جماعت کو بدنام یا نیک نام کرنے کا موجب ہو سکتی ہے

مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کثرت کے ساتھ اس کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں قریباً ہر جلسہ پر حضور ہمیں مختلف رنگوں میں اور مختلف پیرایوں میں بتاتے رہے ہیں کہ اس جلسہ کے مقاصد کیا ہیں اور انہیں ہم کیونکر پورا کر سکتے ہیں۔ مثلاً حضور نے فرمایا:

"میں دوستوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذکر الٰہی کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھیں۔ یہاں وہ کسی تماشہ یا کھیل کے لئے جمع نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے اور اس کا نام لینے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے ذکر الٰہی کے آداب کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض دوست ان آداب کو مدنظر نہیں رکھتے اور بلاوجہ اور بلا سبب جلسہ گاہ سے اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں اور ادھر ادھر باتیں کرتے رہتے ہیں...... آپ لوگوں کے لئے سارا سال آرام کرنے کے لئے پڑا ہے اس لئے یہ چند دن تکلیف اٹھا کر بھی خدا تعالےٰ کا کلام سننا چاہیئے۔ اور کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہیئے"

(الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۹ء)

اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین

دورِ حاضرہ کے متعلق قرآن مجید کی پیشگوئی

سیاروں پر راکٹ پہنچانے میں کامیابی اسلام کی سچائی کا ایک نشان ہے

(از مکرم اخوند فیاض احمد صاحب بی۔ ایس سی لاہور)

(نوٹ: عاجز کا یہ مضمون سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی "تفسیر صغیر" سے استفادہ کا نتیجہ ہے)

موجودہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ روحانی امام (ستغفرالله بطول حیاتہ) نے کچھ ماہ قبل (جبکہ ابھی امریکہ اور روس نے مصنوعی چاند بنانے یا چاند پر راکٹ پھینکنے میں عملی کامیابی کا دعویٰ نہیں کیا تھا) قرآن مجید کی سورہ الرحمٰن کی ایک آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر شائع فرمائی تھی

یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن۔

(تفسیر) جن امراء اور انس عوام۔ سو آجکل ایک طرف امراء کا گروہ ہے یعنی کیپٹلزم اور دوسری طرف پرولتاریت یعنی عوام کا۔ یا یوں کہو کہ روس۔ دونوں پارٹیاں ایسے راکٹ تیار کر رہی ہیں جن سے بلند آسمانی سیاروں تک پہنچ سکیں۔ مگر فرمایا ہے کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوں گے اور زیادہ سے زیادہ ان سیاروں تک پہنچ سکیں گے جو اس زمین سے کھلی آنکھ سے نظر آتے ہیں۔

(تفسیر صغیر حاشیہ صفحہ ۱۱۳۵)

گویا روس یا کسی اور طاقت کا چاند یا کسی قریبی سیارے پر راکٹ پھینکنے میں کامیابی حاصل کرنا قرآن مجید اور اسلام کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ قرآن مجید نے خلائی پرواز کے امکانات اور اس میں کامیابی کی حدود کی طرف چودہ سو سال پہلے اشارہ کر دیا تھا جس کی طرف سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی فرمائی ہے

یہ امر بے حد دلچسپی کا موجب ہے کہ سورہ الرحمٰن کی مذکورہ بالا آیت میں مخاطب گروہوں (یٰمعشر الجن والانس) کے ذکر سے پہلے ایک آیت میں دنیا کی دو بڑی طاقتوں کو جو امن اور بنی نوع کی بہبود کے مخالف رویہ اختیار کریں گی زبردست تنبیہ کی گئی ہے۔ فرمایا

سنفرغ لکم ایہ الثقلٰن

یعنی اے دونو زبردست طاقتو! ہم تم دونو کے لئے فارغ ہو رہے ہیں۔ دورہ حاضرہ میں خلائی پرواز کی ابتداء جن قوموں کی طرف سے ہوئی ہے اگر انہوں نے اپنی طاقتوں کو ظلم اور استبداد میں خرچ کیا اور خدا ترسی سے کام نہ لیا تو وہ یقیناً الٰہی وعید کا شکار ہو جائیں گی

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جب بین السیاری پرواز کی کوششیں جاری ہوں گی تو اس زمانہ میں حق کا مقابلہ کرنے والی اقوام کے عبرت ناک انجام کے ظہور کا وقت قریب آجائے گا۔ چنانچہ سورہ الرحمٰن کی مذکورہ بالا آیت کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ یعرف المجرمون بسیمٰھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰

ترجمہ: "جب آسمان پھٹ جائے گا اور سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا (وہ آخری فیصلہ کی گھڑی ہوگی) اب تم بتاؤ کہ تم دونو اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟۔ اس فیصلہ کے دن نہ انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا نہ جن سے (۔۔۔ یہ مراد ہے کہ ان کے گناہوں کی سزا انہیں خود بخود گھیر لے گی۔ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی) اب تم دونو بتاؤ تو سہی کہ تم دونو اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟ مجرم اپنے چہروں کی علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے اور اپنے ماتھے کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اب تم بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟"

(ع ۲)

درحقیقت ایک عظیم الشان ترتیب کیساتھ ہمارے موجودہ زمانے میں پیش آنے والے واقعات کو سورہ نجم۔ سورہ قمر۔ سورہ رحمان۔ سورہ واقعہ میں بیان فرمایا ہے۔ سورہ نجم کی ابتدائی آیت مع ترجمہ۔ مختصر تفسیر حسب ذیل ہے۔

والنجم اذا ھوی ۰ ما ضل صاحبکم وما غوی ۰ (ترجمہ)

"ثریا یا ستارہ کو جب وہ (معنوی طور پر) نیچے آجائے گا (اس امر کی شہادت کے لئے پیش کرتا ہوں) کہ تمہارا ساتھی نہ رستہ بھولا ہے نہ گمراہ ہوا ہے"

"یہ اس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس یعنی اگر ایمان اڑ کر ثریا پر بھی چلا جائے گا تو اسے ایک فارسی شخص وہاں سے واپس لے آئے گا"

"یعنی جب وہ شخص ظاہر ہوگا تو ہر ایک پر کھل جائے گا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کامل تھی۔ نہ وہ رستہ بھولے تھے اور نہ وہ خواہشات نفسانی کے تابع تھے"

(تفسیر صغیر صفحہ ۱۱۱ مع حاشیہ)

اور اس سورۃ کے آخری رکوع میں عیسائیوں اور ان کے غلط عقائد کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وان لیس للانسان الا ما سعیٰ ۰ وان سعیہ سوف یریٰ ۰ ثم یجزٰہ الجزاء الاوفیٰ ۰ وان الی ربک المنتہیٰ ۰

"اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے وہ (یعنی انسان) اپنی کوشش کا نتیجہ ضرور دیکھ لے گا۔ اور اس کو پوری جزا دی جائیگی اور آخری فیصلہ تیرے رب کے ہاتھ میں ہی ہے"

ان آیات کے بعد اللہ تعالیٰ قوم نوح عاد اور ثمود کے عبرتناک انجام کو یاد دلا کر فرماتا ہے۔

فبای اٰلاء ربک تتماریٰ ۰ ھذا نذیر من النذر الاولیٰ ۰ ازفت الازفۃ ۰ لیس لھا من دون الله کاشفۃ ۰ (ترجمہ) "پس تو اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس نعمت پر شک کرے گا۔ یہ ہمارا رسول بھی پہلے طرز کے رسولوں کی طرز کا ایک رسول ہے (اس قوم کے فیصلہ کی) گھڑی قریب آگئی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (ہستی بھی) اس کو ٹلا نہیں سکتی"

پس جبکہ سورہ نجم کی ابتدائی آیت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ ہے تو سورۃ کے آخری رکوع میں عیسائیت کے ذکر کے ساتھ ھذا نذیر من النذر الاولیٰ والی آیت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہی چسپاں ہوتی ہے۔ اس سے پہلی آیت میں جزا اور سزا اور آخری فیصلہ والے جن ایام کا ذکر ہے وہ مسیح موعودؑ کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ازفت الازفۃ والی آیت میں بھی مسیحی اقوام کے انجام کی خبر ہے۔ لہذا اوپر کی آیات میں جس "نذیر" کا ذکر ہے وہ وہی ہے جس کے متعلق موجودہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

(تذکرہ صفحہ ۱۹۰)

اس کے بعد سورہ قمر ہے جو مندرجہ ذیل آیت سے شروع ہوتی ہے:-

اقتربت الساعۃ وانشق القمر ۰

(ترجمہ) "تباہی کی گھڑی آگئی اور چاند پھٹ گیا ہے"

یعنی چاند کا "پھٹنا" کافروں اور امام وقت کی دشمن قوموں کی تباہی کی گھڑی کے قرب کی علامت ہے۔

قرآن مجید کے محاورہ کے مطابق چاند سے متعلق کسی نئے علم اور نشان یا نشانات کا ظہور بھی "چاند کے پھٹنے" سے مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ سورۃ انشقاق کی آیت اذا السماء انشقت سے روحانی طور پر پے در پے آسمانی نشانوں کا ظہور اور طبعی طور پر اجرام فلکی کے متعلق نئے نئے علوم کی دریافت مراد ہے۔ پس سورہ قمر کی پہلی آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب چاند کے متعلق کوئی دریافت ہوگی جو گویا ایک راز سربستہ کے انکشاف کی حیثیت رکھتی ہوگی تو وہ بے دین اور مخالفِ اسلام قوموں کی تباہی کا نشان ہوگا۔

اب ظاہر ہے کہ روس کے راکٹوں کے ذریعہ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ چاند کی اس سمت کی جو آج تک زمین والوں سے چھپی ہوئی تھی کی تصویریں اتار لی گئی ہیں اور پہلی دفعہ زمین والوں کو چاند کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

پس سورہ قمر کی "اقتربت الساعۃ" والی پیشگوئی جو "انشق القمر" کی پیشگوئی سے وابستہ ہے مسیح موعودؑ یعنی ہمارے زمانہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا مزید ثبوت کہ سورہ قمر کے مضامین کا تعلق (سورہ نجم کے تسلسل میں) ہمارے زمانہ کے ساتھ ہے اگلی آیات کے ذریعہ ملتا ہے۔ فرمایا:-

وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ۰ وکذبوا واتبعوا اھواءھم وکل امر مستقر ۰ ولقد جاءھم من الانباء ما فیہ مزدجر

حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝

ترجمہ:۔ ”اور اگر وہ کوئی نشان دیکھیں گے تو منہ پھیر کر اعراض کر جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ یہ محض ایک دھوکہ ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑے اور ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اور ان کے پاس ایسے حالات پہنچ چکے ہیں جن میں تنبیہ کا سامان موجود تھا۔ نیز ایسی حکمت کی باتیں تھیں جو اثر کرنے والی تھیں۔ مگر افسوس کہ ڈرانے والوں نے انہیں فائدہ نہیں دیا۔ پس تو ان سے منہ پھیر لے اور اس وقت کا انتظار کر کہ پکارنے والا ایک ناپسندیدہ چیز (یعنی عذاب) کی طرف ان کو پکارے گا۔“

گویا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ بے دین اور مخالف اسلام قوموں پر اللہ تعالیٰ کا آخری عذاب بعد میں آئے گا۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بعض اور برگزیدہ وجود بھی دنیا میں آکر ان قوموں کو ڈرائیں گے۔ لیکن فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ یہ قومیں آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کے نائبین کی تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھائیں گی۔

”النُّذُرُ“ ”النَّذِیْرُ“ کی جمع ہے پس آنحضرتؐ کے بعد دنیا میں اور ”نذیر“ بھی آنے تھے اور ان کو جھٹلانے کے نتیجہ میں یہی قومیں (یاجوج ماجوج) اللہ تعالیٰ کے آخری عذاب کی مستحق قرار پا سکتی ہیں جبکہ ان کو ڈوئی (امریکہ) کی عبرتناک موت، اور عظیم جنگوں اور زلزلوں وغیرہ کے نشانات دکھائے جا چکے ہیں۔ اور تمام دنیا میں مبشرین اسلام دن رات خدا کے دین کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہیں۔

اوپر کی آیات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں کافروں کو عذاب کی طرف بلانے (یعنی سزا دینے) کے لئے اللہ تعالیٰ ایک وجود کو مبعوث فرمائے گا قرآن مجید نے یاجوج ماجوج کو سزا دینے والے کا نام ذوالقرنین رکھا ہے۔ فرمایا: قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ

إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكْرًا ۝

ترجمہ:۔ ”ہم نے (اسے) کہا (کہ) اے ذوالقرنین! تجھے اجازت ہے کہ ان کو عذاب دے یا ان کے بارہ میں حسن سلوک سے کام لے اس نے کہا (کہ ہاں میں ایسا ہی کروں گا اور) جو ظلم کرے گا اسے ہم ضرور سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے سخت سزا دے گا۔“

(سورہ کہف ع ۱۱)

اور ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ”ذوالقرنین“ ہونے کا دعویٰ بایں الفاظ فرمایا ہے

”سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق وہ ذوالقرنین میں ہوں۔ جس نے ہر ایک قوم کی صدی کو پایا“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد اپنے مشن کی کامیابی اور دنیا کے کناروں تک اسلام کی عظمت کے ظہور کے لئے ایک عظیم الشان فرزند کی بشارت دی ہے۔ جس کے متعلق یہ الہام ہے کہ وہ۔

”جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا“

(تذکرہ صفحہ ۱۴۴)

علاوہ ازیں:۔

”ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی“ (تذکرہ صفحہ ۱۴۴)

اوپر کی تمام علامات وہی ہیں جو قرآن مجید کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق ”ذوالقرنین ثانی“ میں پائی جائیں گی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عاجز کا مضمون بعنوان ”ذوالقرنین ثانی“ الفضل مارچ اپریل ۱۹۵۱ء)

پس وہ ”النُّذُر“ جن کی تعلیمات اور امداد سے موجودہ اقوام فائدہ نہیں اٹھا رہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔

سورہ قمر میں ”یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ“ والی آیت سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ (ترجمہ) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی وہ قبروں سے نکلیں گے اس طرح کہ گویا پراگندہ ٹڈیاں ہیں“

اور موجودہ زمانہ میں المصلح الموعود کی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا:۔

”تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو“ (تذکرہ صفحہ ۱۴۴)

”قبروں سے نکلنے“ سے مراد اسلام اور قرآن مجید کی صداقت وعظمت کا اقرار ہے اور وہ لوگ جو الٰہی جلال اور عذاب سے پہلے اسلام کو قبول کریں گے گویا زندگی کو پالیں گے اور لوگ جو اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو جھٹلاتے چلے جائیں گے اور ان کا اور ان کے مبشرین کا مقابلہ کرتے چلے جائیں گے بالآخر عذاب کا شکار ہوں گے اور جب ان لوگوں کی طاقت ٹوٹ جائے گی اور اسلام کی صداقت اور عظمت کے قیام کو وہ روک نہ سکیں گے تو ان کی وہی کیفیت ہوگی جو اوپر کی آیت قرآنی اور اس کے بعد کی آیات میں درج ہے۔

سورہ قمر میں بھی اللہ تعالیٰ نے قوم نوح عاد اور ثمود کا انجام یاد دلایا ہے۔ ان کے علاوہ آل لوط۔ آل فرعون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنے والوں کا عبرتناک انجام کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ہر نئے زمانہ میں حق کا مقابلہ کرنے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

ترجمہ:۔ اور ہم تمہارے جیسے لوگوں کو پہلے بھی ہلاک کر چکے ہیں اور کیا (اس بات کو جان کر) کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

یعنی یہ آیت ہمارے زمانہ کے کفار کو دعوت فکر دیتی ہے

سورہ قمر کے بعد سورۃ رحمٰن ہے۔ ضرورت مضمون کے لحاظ سے اس سورۃ کا ذکر ابتداء میں ہی آ چکا ہے۔ سیاق و سباق کی رو سے یہ امر ثابت شدہ حقیقت بن جاتا ہے کہ اس سورۃ میں آیت سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلٰنِ میں قرآن مجید کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق یاجوج ماجوج کی دو بڑی طاقتوں سے خطاب کیا گیا ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ جب دنیا دو طاقتور گروہوں میں بٹ جائے گی اور وہ دونوں گروہ حق کے مخالف ہوں گے تو ان کی تباہی محض اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ آسمانی نشانوں اور سامانوں کا نتیجہ ہوگی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عاجز کا مضمون بعنوان ”ذوالقرنین ثانی“)

آخر میں سورۃ الواقعہ میں ان واقعات کا ذکر ہے جو اس سے پہلی سورتوں میں آ چکے ہیں اور دنیا کی طاقتور قوموں کے انجام کے متعلق پیشگوئی کے پورا ہو جانے پر پیش آئیں گے یعنی اس وقت دنیا کی دو طاقتور قوموں کے انجام کے متعلق پیشگوئی کے پورا ہو جانے پر پیش آئیں گے۔ یعنی اس وقت دنیا کے دو طاقتور گروہوں کا زور جو بظاہر پہاڑوں کی طرح مضبوط ہوں گے، توڑ دیا جائے گا۔ اور روئے زمین کے لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے فرمایا:۔

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝ وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ (ع ۱)

ترجمہ:۔ ”جب وہ (بات) جس کے اٹل ہونے کا فیصلہ ہے عملاً ہو جائے گی۔ اس کے واقع ہونے کو اپنے وقت سے ٹلانے والی کوئی (چیز) نہیں۔ وہ بعض کو نیچا کرنے اور بعض کو اونچا کرنے والی ہے۔ جس دن ملک کو ہلا دیا جائے گا اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ سو وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے ہوا میں چاروں طرف اڑنے والے باریک ذرے اور تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ ایک تو داہنے ہاتھ والے ہوں گے اور تجھ کو کیا معلوم کہ داہنے ہاتھ والے کیسے ہوں گے؟ اور ایک بائیں ہاتھ والے ہوں گے اور تجھے کیا معلوم کہ بائیں ہاتھ والے کیسے ہوں گے؟ اور ایک گروہ (ایمان اور عمل میں) آگے نکل جانے والوں کا ہوگا۔ سو وہ بہرحال دوسروں سے آگے ہی رہیں گے۔ اور وہ لوگ (خدا تعالیٰ کے) مقرب ہوں گے نعمت والی جنتوں میں (رہیں گے)“

اس سورۃ کے آخری رکوع کی مندرجہ ذیل آیات سے اس امر کی مزید تائید ہوتی ہے کہ الواقعہ کی اوپر کی پیشگوئی ہمارے موجودہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ إِنَّهُ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ پس میں ستاروں کے ٹوٹنے کو شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ اگر تم جانتے ہو تو یہ شہادت بہت بڑی (شہادت) ہے یقیناً یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے۔ (ع ۳)

اور ستاروں کے ٹوٹنے کا نشان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص نشانوں میں سے ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

”یہ شہب ثاقبہ کا تماشا جو ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی رات کو ایسا وسیع طور پر ہوا جو یورپ اور امریکہ اور

سرزمین قادیان کا اولین دواخانہ
جسے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں قائم فرمایا
سنہ ۱۹۱۱ء سے آپ کی جملہ طبی ضروریات بہ احسن پوری کر رہا ہے
قدیمی اولین شہرہ آفاق
حبّ اطہراء (رجسٹرڈ)
فی تولہ -/۸/۱ مکمل کورس ۱۱ تولہ -/۱۲/۱۳ روپے
دوائی خاص
زنانہ امراض کا واحد علاج تین روپے -/۳
حبّ مفید النساء
عورتوں کی جملہ بیماریوں کی دواء تین روپے -/۳
زبیدہ اولاد گولیاں
سو فیصدی مجرّب دواء نو روپے -/۹
شہدین
خرابی جگر، کمزوری جسم اور سٹھرا کی دواء تین روپے -/۳
حبّ مسان
سوکھے کی مجرّب دواء سوا روپیہ -/۴/۱
پیچیدہ سے پیچیدہ زنانہ اندرونی امراض کا بھی علاج کیا جاتا ہے
زنانہ معائنہ کا معقول انتظام ہے
ہمارا اصول؟
صاف ستھرے اجزاء
دیانتدارانہ دواسازی
عمدہ پیکنگ
غریبانہ قیمت
مخلصانہ مشورہ
اسی اصول کے تحت سنہ ۱۹۱۱ء سے آپ کی خدمت کرتے چلے آ رہے ہیں
زدجام عشق
طاقت کی لاثانی دواء۔ چودہ روپے -/۱۴
مقوّی دماغ گولیاں
ذہنی کام کرنیوالوں کی بہترین معاون۔ ایک روپیہ -/۱
تریاق خاص
نوجوانوں کی صحت کا نگہبان تین روپے -/۳
عرق نظامی
تلی بھس، خرابی جگر، یرقان کا علاج چار روپے -/۴
تسہیل ولادت
پیدائش کی گھڑیوں کو آسان کرنے کی دواء تین روپے -/۳
مقوّی دانت منجن
دانتوں کی عمر اور صحت بڑھانے کے لئے آٹھ آنے۔
حکیم نظام جان اینڈ سنز چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

بنی نوع انسان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال ہمدردی و غمخواری

عَزِیزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (توبہ)

(از مکرم مولوی عبد الباسط صاحب شاہد مربی سلسلہ احمدیہ کراچی)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا یہ ذریں ارشاد کہ کان خلقه القرآن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کا ایک نہایت خوبصورت اور جامع و مانع مرقع ہے اور خدا تعالیٰ کا ہم مسلمانوں پر بالخصوص اور دنیا پر بالعموم یہ ایک زبردست احسان ہے کہ ہمارے محبوب آقا و مطاع سید ولد آدم امام الاصفیاء والاتقیاء کی سوانح کا مرتب اور راوی خود خداوند تبارک و تعالےٰ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان محدثوں اور مؤرخوں نے اس سلسلہ میں غیر معمولی محنت و کاوش سے کام لیتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں اور دیگر روایات کو بڑی صحت اور عمدگی سے جمع کر دیا۔ لیکن یہ ایک عظیم الشان احسانِ خداوندی ہے کہ شریعت غراء اسلامیہ — قرآن مجید جیسی اہم اور محفوظ ترین دستاویز آپ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اس عمدگی سے پیش کرتی ہے جو خدا تعالےٰ کے کلام کے شایان شان ہے۔

سورہ توبہ کی ایک آیت کا ایک حصہ زیب عنوان ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک نمایاں پہلو یعنی ہمدردی و غمگساری اور غمخواری و محبت بنی نوع انسان کی نشان دہی کرتا ہے اور آپ کی مقدس زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ امر واضح طور پر سامنے آجاتا ہے کہ بنی نوع انسان کی محبت میں آپ جس قدر مستغرق و منہمک تھے اور کوئی انسان اس مقام کو نہ پا سکا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت سرزمین عرب کی روحانی، اخلاقی معاشرتی ہر لحاظ سے ناگفتہ بہ حالت تاریخ عالم کا ایک کھلا ہوا ورق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ حالات اس قدر شاق اور گراں گزرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اس کی نقشہ کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى

کہ اے رسولؐ تو بنی نوع انسان کی ہدایت اور فلاح و بہبود کے لئے اس قدر سرگرداں اور پریشان تھا کہ تو نے اپنے آپ کو بھی بھلا رکھا تھا بلکہ تو ان کی گمراہی اور خستہ حالی کو دیکھ دیکھ کر مرا جا رہا تھا تو اس نے (خدا تعالےٰ نے) وہ رستہ اور طریق الہام کر دیا جو دنیا کو اس حالت سے باہر نکال کر سربلندی بخش دے۔ آپ کی اسی حالت کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

یعنی اے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) شاید تو اپنے آپ کو اس غم اور تکلیف کی وجہ سے ہلاک کر لے گا کہ یہ لوگ اپنی بہتری و بہبود کے رستوں پر گامزن ہونے کے لئے تیری بات نہیں مانتے۔

آپؐ کی اس کیفیت کے متعلق احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ باوجود عرب کے ایک ممتاز ترین قبیلہ کے ہمہ صفات متصف جوان انسان ہونے کے باوجود ان تمام دنیوی علائق و موانع کی موجودگی کے جو تمام دنیا کو لاحق تھے کبھی بھی دنیا کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور جاں نثاری و فدائیت کی عدیم النظیر مثال قائم کی۔

آپؐ کی رافت محبت کا ابر رحمت آپ کے جان لیوا اشد ترین دشمنوں پر بھی محیط تھا۔ اور آپ ان کو بھی تکلیف میں جتلا نہ دیکھ سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب طائف کے انتہائی تکلیف دہ اور مشکل سفر سے واپسی پر آپؐ ایک مقام پر اس حال میں تشریف فرما تھے کہ دشمنوں کے پتھراؤ کی وجہ سے آپ کا جسم لہو لہان ہو رہا تھا اس وقت ایک فرشتہ نے اس قوم پر عذاب الہٰی کے نزول کا ذکر کیا تو آپؐ کا رؤف رحیم دل تڑپ اٹھا اور آپ نے ان انتہائی ظالم و شقی دشمنوں کا بھی تکلیف میں مبتلا ہونا گوارا نہ کیا اور فرمایا کہ میں ان کی ہلاکت کی بجائے ان کی یا ان کی اولادوں کے لئے ہدایت جیسے عظیم احسان خداوندی کا خواہشمند اور امیدوار ہوں اور اسی طرح جب جنگ احد کے موقع پر کفار مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زخمی کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو ایک شدید ترین عذاب کا مستحق کر چکے تھے آپؐ کی محبت و رحمت جوش میں آئی اور آپ نے نہ صرف ان کو کمال حوصلہ اور فراخ دلی سے معاف کر دیا بلکہ ان کے لئے دعا فرمائی کہ

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

یعنی اے خدا یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسی غلطیوں کے مرتکب ہوئے تھے تو نہ صرف ان کو معاف کر دے بلکہ ہدایت سے سرفراز فرما۔

اور پھر تاریخ انسانی کا وہ محیر العقول واقعہ جسے عام طور پر فتح مکہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن ہم اسے بجا طور پر انسانی ہمدردی و محبت اور عفو کا معراج کہہ سکتے ہیں اس طرح ظاہر ہوا کہ آپؐ نے اپنے ان شدید ترین دشمنوں کو جنہوں نے ایک لمبا عرصہ آپ کو اور آپ کے جاں نثار خدام کو انتہائی مظالم کا تختہ مشق بنائے رکھا تھا یہاں تک کہ انہیں تکالیف کے صدمہ سے آپ کی حرم محترم ام المومنین حضرت خدیجہ کبریٰ رضؓ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ آپ کے نامور چچا حضرت حمزہؓ اور دیگر کئی صحابہ و صحابیات اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، جب یہی معاندین ایسے حال میں آپ کی خدمت میں پیش ہوئے کہ آنے والی تکلیف اور انتقام کی شدت کے احساس سے ان کے جسم کانپ رہے تھے تو اس دریائے رحمت نے

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

کا اعلان کر کے عدیم المثال عفو کا مظاہرہ کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ دنیا کے انتہائی محبت و رافت رکھنے والے وجود ہیں اور مخالفوں و دشمنوں تک کی تکلیف بھی آپ پر گراں گزرتی ہے۔ اگر ہم بنی نوع انسان کے مختلف طبقات و انواع پر نظر ڈالیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ تمام انسانی طبقات وہ مرد ہوں یا عورتیں، وہ بوڑھے ہوں یا جوان اور بچے۔ عربی ہوں یا عجمی۔ آزاد ہوں یا غلام — کی گردنیں آپؐ کے احسانات بے پایاں کے سامنے خم ہیں۔ مثال کے طور پر عرب کے غلاموں کو ہی دیکھ لیجئے جو اس زمانہ کے طریق اور رواج کے مطابق حیوانوں سے بھی بدتر زندگی بسر کر رہے تھے اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ اللّٰهُ کے اعلان سے یکدم غلامی کے قعر ذلت سے نکل کر بھائیوں کے مقام پر آگئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اسوہ حسنہ کے مطابق صحابہ ان سے ویسا ہی سلوک کرنے لگے جیسا وہ خود اپنے بیوی بچوں اور بھائیوں سے۔ اور آپؐ کا دن رات خدا تعالےٰ کی عبادت و بندگی اور بنی نوع انسان کی فلاح کی دعاؤں میں بسر ہوتا اور آپ ہمیشہ حی و قیوم خدا کے سامنے دنیا کی خستہ و خراب حالت کو پیش کر کے آہ و زاری اور گریہ و بکا میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو اپنے کھانے پینے اور دیگر آسائشوں کا مطلق اہتمام نہ ہوتا اور آپ پر دنیا کی یہ حالت انتہائی گراں اور شاق گزرتی۔

دنیا کی اس پریشان کن خرابی و بدحالی کے احساس کے پیش نظر آپ نے جو متضرعانہ دعائیں فرمائیں وہ پایۂ قبولیت سے شرفیاب ہوئیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو دنیا کی ہدایت و راہنمائی کے لئے چن لیا اور جس طرح جہاں آپ کی بعثت سے پہلے کی زندگی دنیا کی بہبودی کے لئے دعاؤں اور انابت الی اللہ کے لئے وقف تھی وہاں بعثت کے بعد آپؐ ہمہ تن ہمدردی خلق اللہ کے لئے سرگرم عمل ہو گئے اور

"عَزِيْزٌ عَلَيْهِمْ مَا عَنِتُّمْ"

کی روشنی میں خواہ ہم ساری دنیا کو اپنے سامنے رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دنیا کے کسی بھی گوشہ میں نازل ہونے والی تکلیف و مصیبت مضطرب و بے چین کر دیتی تھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت آندھی یا طوفان کے وقت آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ اور آپ دعاؤں اور نمازوں میں مشغول ہو جاتے کہ کہیں یہ آندھی اور طوفان دنیا کے لئے عذاب اور تباہی کے لئے نہ ہو اور دنیا کی تکالیف و مصائب کا احساس ہی تو تھا جس کے نتیجہ میں آپ نے تمام بنی نوع انسان میں اخوت و محبت کے جذبات پیدا کرنے کے لئے مساوات حقوق اور نسلی و طبقاتی امتیازات کے خاتمہ کے لئے وہ عظیم الشان لائحہ عمل دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ آج بھی جبکہ دنیا بزعم خویش بڑی ترقی کر چکی ہے اور جمہوریت اقدار کی حامل ہے۔ وہ بین الاقوامی اخوت اور برادری کے اس تصور کو ابھی تک نہیں پہنچ سکی جو دنیا کے محسن اعظم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا تھا کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور کسی گورے کو کالے پر فضیلت حاصل نہیں ہے اور تم سب ایک سلسلہ اخوت میں منسلک اور آپس میں بھائی بھائی ہو۔

مومنوں کے لئے آپ کی ہمدردی اور محبت تو آپؐ کے کردار کا ایک نمایاں پہلو ہے، آپ کے ہر صحابیؓ کی تکلیف یا خوشی آپ کی اپنی تکلیف یا خوشی کا موجب ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے آپ کی حیثیت رسول خدا اور

شفیع و منجی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مشفق باپ ایک ہمدرد استاد و مربی۔ ایک مخلص مشیر و صلاح کار اور ایک جان نثار ساتھی کی سی بھی۔ اسی لئے کہ آپ نے فرمایا مومنوں کی جماعت کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ جیسے جسم کا کوئی ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا اور دکھ میں شریک ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی کسی ایک مومن کی تکلیف و مصیبت سب مومنوں کو غمگین کر دیتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو مومنوں کی جماعت کے جسم کے لئے دل کے مقام پر تھے جو ہر صدمہ اور تکلیف کو دیگر تمام اعضاء و جوارح سے پہلے محسوس کرتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ اس زمانہ کا ایک اور انتہائی مظلوم طبقہ عورتوں کا تھا کہ جہاں ایک طرف باپ انتہائی شقاوت سے کام لیتے ہوئے اپنی بیٹی کو خود اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کر دیتا تھا وہاں وہ دیگر مال منقولہ کی طرح باپ سے بیٹے کے ورثہ میں منتقل ہوجاتی تھی گویا اس کو جذبات و احساسات سے عاری ایک ذلیل ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رؤوف رحیم دل اسے برداشت نہ کر سکا اور اس کے متعلق اصولی طور پر اعلان کر دیا گیا کہ

ولهن مثل الذی علیهن

کہ عورتیں مردوں کے ساتھ اپنے حقوق و ذمہ داریوں میں برابر کی شریک ہیں اور پھر اپنے اسوہ حسنہ سے ایک شاندار مثال قائم فرما دی اور فرمایا خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی یعنی تم میں سے بہترین اور سب سے اچھا وہ شخص ہے جو اپنے اہل سے بہترین سلوک کرنے والا ہو اور دیکھ لو کہ میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں اس رؤوف و رحیم نبی کی رأفت و رحمت کا بیان انسانی مقدرت و طاقت میں نہیں ہے۔ اور اس کا صحیح تصور یہی ہے جو نور خالق ہر دو جہان نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم ؕ

بعثت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

(چوہدری ظفر اسلام صاحب ربوہ)

عام تھیں فحاشیاں بدکاریاں شام و سحر
دولتِ اخلاق سے محروم تھا ہر اک بشر
ذرہ ذرہ کشتۂ نیرنگیٔ آلام تھا
ہر طرف آہ و فغاں اور شکوۂ ایام تھا
ہر بریت کا سماں تھا دورِ استبداد تھا
بچہ بچہ ظالم و سفاک تھا جلاد تھا

— ۲ —

پردۂ ظلمت سے نکلا دفعتاً اک آفتاب
جس کے جلووں سے زمانے میں ہوا اک انقلاب
ذرے اڑ اڑ کر فضائے شوق میں رقصاں ہوئے
غنچے فرطِ رنگ و بو سے پھول کر بستاں ہوئے
یعنی دنیا میں محمد مصطفےٰ پیدا ہوئے
سرورِ کونین شاہِ دوسرا پیدا ہوئے
جس کے جلووں سے منور ہے ہمیشہ کائنات
آمنہ کی گود میں وہ مہ لقا پیدا ہوئے
وہ نبی جس کی نبوت لاشریک و لامثال
رحمتِ حق مجتبائے انبیاء پیدا ہوئے
حشر تک جس کا لقب ہے رحمۃ للعالمین
وہ شفیع المرسلین خیر الوریٰ پیدا ہوئے
زیر دستوں کو نوید روح پرور مل گئی
آمنہ کے لال محبوبِ خدا پیدا ہوئے
بے سہاروں کا سہارا نامرادوں کی مراد
دستگیرِ بے کساں حاجت روا پیدا ہوئے
جن کے ایثار و محبت کی نہیں کوئی مثال
وہ نگہدارِ غریباں دلربا پیدا ہوئے
جن کے قدموں پر تصدق تاجداروں کا وقار
وہ یتیمِ ہاشمی شاہِ ہدیٰ پیدا ہوئے
کفر بھاگا خوف سے قعرِ ذلت کی طرف
ظلمتیں تھرا گئیں نورِ خدا پیدا ہوئے
سرنگوں تھی نخوت و باطل کی گردن ان دنوں
تاجدارِ کشورِ صدق و وفا پیدا ہوئے
ذرے ذرے کی زباں پر ہے تحیات و درود
مرحبا صد مرحبا ظلِ خدا پیدا ہوئے

— ۳ —

پھوٹ نکلی سینۂ گیتی سے دنیائے جمال
اللہ اللہ اس قدر ارزاں محبت ہوگئی
ذرے فرطِ شوق سے اٹھ کر گلے ملنے لگے
قطع اس دنیا سے رسمِ بغض و نفرت ہوگئی
وہ مرا ماہِ جبیں ہاں وہ مرا بدرِ منیر
ہر نظر خیرہ ہوگئی اور محوِ حیرت ہوگئی
مرحبا صد مرحبا یا رحمۃ اللعالمین
گوشے گوشے پر عیاں جنت ہی جنت ہوگئی

صحابۂ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقدس وجود

بعض ایمان افروز روایات

(فضل الرحمٰن صاحب نعیم وقف جدید ربوہ)

اللہ تعالیٰ کی حقیقی شناخت ہر زمانے میں محض انبیاء علیہم السلام کے ہی ذریعہ سے ہوتی رہی ہے۔ اسی لئے خدائے تعالیٰ ہر قوم میں ایک بزرگ ہستی کو اپنی معرفت اور نبوت کی نعمت سے سرفراز کرکے اپنی شناخت کے سامان مہیا کرتا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل معرفت الٰہی کا یہ مسنون طریق مختلف قوموں میں علیحدہ علیحدہ نبیوں کے ذریعہ سے جاری رہا۔ اور آخر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت بطور عالمگیر مربّی کے ہوئی۔ اور خدائے واحد کا تصوّر تمام قوموں کے لئے ایک ہی قرار دیا گیا۔ اور اس طرح دنیا میں عالمگیر اخوت اور بھائی چارے کی داغ بیل ڈالی گئی جو ازل سے مقدر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا وہ تصوّر پیش کیا اور صحابہ کرام نے توحید کامل اختیار کرنے کا وہ نمونہ پیش کیا جو عدیم النظیر تھا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"..... ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے! اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں......"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی بےنظیر تعلیم آپ کے ارشادات عالیہ اور آپ کا عملی نمونہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ذریعہ سے اُمّت محمدیہ تک پہنچا۔ گویا صحابہ کرام اُمت اور نبی کے درمیان ایک اہم کڑی ہوتے ہیں۔ جن میں تابعین کا گروہ بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحابہ کا نادر وجود تابعین اور انبیاء کے درمیان ایک واسطہ کا کام دیتا ہے۔ صحابہ نے بچشم خود ایک مقدس وجود کو دعویٰ سے قبل اور دعویٰ کے بعد دیکھا ہوتا ہے۔ وہ اس کی عادات و صفات، اخلاق و اطوار اور سیرت سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات انبیاء کی مجلس میں بیٹھے ہوئے انہیں وہ ساعت سعد نصیب ہوتی ہے۔ جس کی طرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اشارہ کرتی ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"اے لوگو تم یہ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دوسرے صحابہ کی نسبت زیادہ بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے بہتوں کو ابو ہریرہ کی نسبت ایمان و صحبت میں تقدم زمانی بھی حاصل ہوا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائی تجارتی لین دین اور گھریلو خرید و فروخت میں اپنا بہت سا وقت بازار میں گذارتے تھے جبکہ میں صرف پیٹ بھر روٹی پر اکتفا کرکے آنحضور کی مجلس میں ہر وقت موجود رہتا .... پھر ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس وعظ میں فرمایا۔ اگر کوئی شخص اپنی چادر زمین پر اس وقت تک پھیلا دے گا جس وقت تک کہ میں اپنی بات ختم کرلوں اور پھر وہ چادر اپنے جسم پر لپیٹ لے وہ میری کوئی بات نہیں بھولے گا چنانچہ میں نے اپنی چادر بچھا دی اور جب حضورؐ اپنی بات ختم کر چکے تو وہ چادر میں نے اپنے اوپر لپیٹ لی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ میں آج تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ میں سے کچھ بھی نہیں بھولا"

(ترجمہ حدیث صحیح بخاری کتاب البیوع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری وجہ میں اس ساعت سعد کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔ جو انبیاء کرام کا خاصہ ہوتی ہے اور خصوصیت سے یہ مبارک گھڑی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ارفع شان اور توجہ الی اللہ کی وجہ سے لاتعداد مرتبہ نصیب ہوئی۔ اور آپ کے فیض صحبت سے صحابہ کرام بھی اللہ تعالیٰ کے عظیم نشان اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی و شیدائی تھے۔ اور وہ اپنی جانوں پر تو ظلم اور دکھ برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک معمولی صدمہ کی بھی تاب نہ لاتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے آنحضور کے وجود میں خدا کے وجود کا نظارہ کیا تھا۔ اور اسی عظیم الشان فیض صحبت سے متاثر ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضور کی وفات یافتہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقبول عام دردناک اشعار آپ کے دل کی انتہائی گہرائیوں سے نکلے تھے۔ جن کے خلوص سے متاثر ہو کر چودہ سو سال کے بعد بھی رسول پاک سے محبت رکھنے والے وجود تڑپ اُٹھتے ہیں۔ محبت سے لبریز ان اشعار کے متعلق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت قابل ذکر ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میں دوپہر کو مسجد مبارک میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب اکیلے مسجد میں ٹہل رہے ہیں۔ اور حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر آہستہ آہستہ

كنت السواد لناظري
فعمي علىَّ الناظر
من شاء بعدك فليمت
فعليك كنت احاذر

گنگنا رہے ہیں ....

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیرے بعد میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیرا ہی غم تھا

.... حضرت اقدس نے چہرہ پر رومال رکھا ہوا تھا۔ میری آہٹ سے حضرت صاحب نے چونک کر میری طرف دیکھا تو بے اختیار چہرہ پر سے رومال ہٹ گیا میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے"

(مجدد اعظم جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۰)

حضرت حسان نے اپنی آنکھوں سے اپنے محبوب کو دیکھا تھا۔ اور آپ کی موت کو انتہائی شدت سے محسوس کیا تھا تابعین میں سے کوئی شخص اگر آنحضرت کی قوت قدسیہ کا نظارہ کرنا چاہیے تو محض صحابہ کے اقوال ہی سے اس کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ پس صحابہ کے قیمتی وجود سے کوئی اُمت بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ تابعین تک آسمانی نور کی روشنی پہنچانے کے لئے یہ طبقہ ایک اہم واسطہ کا کام دیتا ہے۔

اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال روحانی سے فیض یاب ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ اور جب تک الٰہی مشیت و منشاء رہا۔ آپ زندہ رہے اور ایک دنیا نے آپ کو ایک معمولی انسان کی حیثیت سے نکل کر مرجع خلائق بنتے دیکھا۔ اور ایک مبارک گروہ نے آپ کی مقدس صحبت سے حصہ پایا۔ بعد ازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے محبوب حقیقی سے جاملے اور خلافت کا بابرکت نظام جاری ہوا۔ صحابہ کرام نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملی ہوئی روشنی لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی روایات سے تابعین کے ایمان میں تازگی آئی۔ اور مردہ روحیں زندگی حاصل کرنے لگیں۔ اس موقعہ پر ایمان کی تازگی کے لئے ذکر حبیب کے طور پر صحابۂ مسیح موعودؑ کی بیان کردہ بعض قیمتی روایات درج ذیل ہیں۔

حضرت سیٹھی غلام نبی صاحب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"...... میری بیوی کو اٹھرا کی بیماری تھی۔ اسے ساتھ لے کر دارالامان گیا تاکہ وہاں حضرت مولوی صاحب سے علاج کرواؤں۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضور (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت ام المومنین کے علاوہ دیگر عورتیں بھی تھیں۔ وہاں آپ نے مالی سے فرمایا کہ شہتوت توڑ لاؤ۔ کہ یہ سب کھا دیں۔ میری بیوی خود شہتوت پر چڑھ کر اپنے ہاتھ سے کچھ شہتوت توڑ کر لائی اور حضور کے سامنے رکھے۔ حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا کہ مالی والے صاف نہیں ہیں اور یہ صاف ہیں۔ اس پر حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا کہ یہ غلام نبی کی بی بی ہاتھ سے توڑ کر آپ کے لئے لائی ہے۔ اس پر حضور نے اوپر دیکھا اور فرمایا کہ "خدا آپ کو بیٹا دے"۔ میں شہر میں مولوی صاحب کے مطب میں بیٹھا تھا۔ کہ مولوی صاحب کھانا کھا کر گھر سے آئے اور مجھ کو مبارکباد دی کہ اب کسی دوائی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضور نے یہ الفاظ فرمائے ہیں جو پورے ہوں گے ....

تھوڑی مدت بعد لڑکا پیدا ہوا۔ اور ڈیڑھ سال کا ہو کر فوت ہو گیا اس پر میں نے حضور کو خط لکھا کہ حضور یہ لڑکا تو آپ کا معجزہ تھا۔ اور اُمید تھی کہ بڑی عمر والا اور سعادت مند ہوگا حضور نے جواب میں خط لکھا (جواب تک

میرے پاس موجود ہے) کہ

اس کے مرنے پر تو صبر کرکے اجر حاصل کرو۔ اور دوسرے کی انتظار کرو۔" اس پر میں نے ساری برادری کو بلا کر سنا دیا۔ کہ اب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو دوسرا آیا جا۔ تو چنانچہ لڑکا پیدا ہوا (جس کا نام کرم الٰہی ہے اب زندہ ہے خدا تعالیٰ اس کو سعادت مند اور بڑی عمر والا کرے) ......"

(منقول از روزنامہ الفضل ۲۲ جولائی ۵۸ء)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے۔ تو آپ نے بار بار دوائی تیار کرکے اُن کو پلائی۔ انہوں نے عرض کی میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ کوئی ایک دوا مفید ہو تو کافی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسی لئے تو ہم بار بار دیتے ہیں۔ کہ کسی ایک دوائی پر بھروسہ نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دھیان رہے۔"

(الفضل ۲۸ نومبر ۵۸ء)

"عورتوں کے حقوق کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حکیم فضل دین صاحب نے مہر کے تذکرہ میں ذکر کیا کہ حضور میری بیوی نے تو مہر معاف کر دیا ہوا ہے آپ نے فرمایا حکیم صاحب آپ نے ان کے حوالے کر دیا تھا۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ نہیں انہوں نے ویسے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ مہر میں نہیں لوں گی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حکیم صاحب ان کے ہاتھ میں پہلے رقم دے دیں۔ پھر وہ آپ کو معاف کر دیں۔ تو اس کا نام معاف ہے۔ حکیم صاحب نے مہر کی رقم اپنی بیوی کے حوالے کرکے کہا کہ تم نے تو مہر معاف کر دیا تھا لاؤ مجھے واپس یہ رقم دے دو۔ انہوں نے کہا کہ مجھ تو ان کو بھی ضرورتیں درپیش رہتی ہیں۔ اب آپ یہ رقم میرے پاس ہی رہنے دیں۔" (ایضاً)

امرتسر کے مقام پر اسلام اور عیسائیت کے درمیان جو فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جس کی روئداد "جنگ مقدس" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے متعلق الفضل مورخہ ۵ نومبر ۵۸ء میں ایک قابل ذکر مضمون شائع ہوا تھا۔ اس کا ایک اہم اقتباس درج ہے:-

"...... تین چار روز مناظرہ ہو چکا تھا۔ حضور علیہ السلام اس روز مناظرہ کا وقت ختم ہونے کے بعد اپنی جائے قیام پر تشریف فرما تھے۔ بہت سے خدام بھی صحن اور دوسرے کمروں میں حاضر تھے۔ حضور اگلے روز کے مناظرہ کے لئے تیاری فرما رہے تھے۔ کہ ایک انگریزی وضع قطع کا آدمی سوٹ پہنے گلے میں نکٹائی لگائے اور سر پر ہیٹ رکھے وہاں پہنچا ...... حضور علیہ السلام کے بعض خدام نے ...... سے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جو عیسائیوں کے نمائندہ کے طور پر ساتھ تھا۔ اُس نے کہا کہ میں حضرت صاحب سے ملنا چاہتا ہوں حضور کے ایک خادم نے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے ملنا چاہتے ہیں۔ تو اس نے بتایا کہ میں حضور کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسے اندر کمرے میں حضور کے پاس بھجوا دیا گیا۔ وہ اپنی اسی آن و شان کے ساتھ کمرہ میں داخل ہوا۔ وہ قریباً دس منٹ کمرے میں ٹھہرا اور جب باہر نکلا تو احباب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور اس کا چہرہ بتا رہا تھا۔ کہ وہ سخت رقت کی حالت میں ہے۔ گویا اس کے دل کو ایک تیز بھٹی میں ڈال کر کسی نئے ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس کی یہ قلبی ماہیت واقعی حیران کن تھی بالخصوص اس لئے کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی اسے پہچانتے تھے۔ کیونکہ وہ کپورتھلہ کا ہی رہنے والا تھا۔ انہیں بھی سخت تعجب ہو رہا تھا۔ کہ یہ شخص جو دنیوی عیش و نشاط کا دلدادہ ہے۔ اور جس کے دل پر غفلت اور گناہ کے زنگ کی دبیز تہیں جمی ہوئی ہیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا رواں ہونا قطعاً خلاف توقع تھا۔ چنانچہ احباب نے اس سے ملاقات کی تفاصیل دریافت کیں۔ اس نے بتایا کہ میں کپورتھلہ کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام الطاف علی ہے۔ اور میں ملٹری میں کرنل ہوں۔ میں طبعی طور پر آزاد منش تھا اور ملٹری میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونے کی وجہ سے جب میں اپنے انگریز افسران کو شراب پیتے اور رنگ رلیاں مناتے دیکھتا۔ تو اسلام کی عائد کردہ پابندیوں سے گھبرا اٹھتا تھا اور کئی اوقات میرا دل چاہتا تھا۔ کہ ان حدود کو توڑ کر ان کی عیش و نشاط میں حصہ دار بن جاؤں۔ میرا یہ جذبہ روز بروز بڑھتا گیا اور جب اتفاقات مجھے ایک کام کے سلسلہ میں انگلینڈ لے گئے۔ تو میرے لئے اسلام کی قیود کو توڑنا آسان ہو گیا۔ چنانچہ میں دریا کے اس زبردست بہاؤ میں ایک بے بس تنکے کی طرح بہہ کر اسلام سے منحرف ہو گیا اور ایک گرجا میں جا کر بپتسمہ لے لیا۔ اور پھر عیسائی بن کر میں ان تمام قباحتوں میں پوری طرح ملوث ہو گیا۔ جن میں اس وقت تمام عیسائی بحیثیت قوم ملوث ہیں۔ چنانچہ گناہوں کی اس دلدل میں کافی عرصہ رہنے کے بعد جب میں نے اس مناظرہ کی گذشتہ تین روزہ کارروائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور کانوں سے سنا۔ تو میرے دل میں اس شدید جذبے نے انگڑائی لی۔ کہ میں اسلام کے اس عظیم پہلوان کو قریب سے دیکھوں۔ جن کے زبردست دلائل نے عیسائی مناظروں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ ...... اور میں اپنی طرف سے اپنا سب سے اچھا سوٹ پہن کر اپنی پوری سج دھج کے ساتھ آیا ...... اور میں سمجھتا تھا۔ کہ یہ زبردست شخصیت کا مالک اور مسکت دلائل کا خالق انسان خود بھی امیرانہ ٹھاٹھ میں ہوگا۔ مگر میرے تعجب کی انتہاء

رہی۔ جب میں نے دروازے سے اندر جاکر دیکھا۔ کہ اسلام کا یہ عظیم الشان پہلوان ایک عجیب جذبِ کامل اور وجد آفرین حالت میں بیٹھا ہے۔ میرے لئے یہی جذبہ روحانی کافی تھا۔ مگر میری سج دھج اس وقت خاک میں مل گئی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ وہ انسان فرشِ زمین پر بیٹھا ہے .... میں اسی نظارہ میں گم ہو کر رہ گیا کہ جو شخص اتنا بڑا زبردست متبحر عالم ہے۔ کہ عیسائیوں کے بڑے بڑے پادری اس کے سامنے طفلِ مکتب سے کمتر حیثیت کے ثابت ہو رہے ہیں۔ وہ اپنی پرائیویٹ زندگی میں اتنا سادہ ہے۔ کہ وہ چٹائی پر بھی نہیں بلکہ فرشِ زمین پر بیٹھا ہے .... اس حالت میں کہ میں حضور کی سادگی کا گرویدہ ہو چکا تھا مجھے ایک درحیرت انگیز شکست ہوئی اور وہ یہ کہ حضور نے مجھے دیکھ کر جھٹ اپنا صافہ سر سے اتار کر بچھا دیا۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ آپ اس پر بیٹھ جائیں اب گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل والا معاملہ تھا...... میں نے عرض کیا۔ حضور میں اس قابل نہیں ہوں۔ مگر حضور نے فرمایا کوئی بات نہیں اللہ تعالےٰ بخشنے والا ہے۔ میں نے عرض کی۔ حضور میں تو شراب بھی پیتا ہوں۔ اور بہت سے دوسرے بڑے کام بھی کرتا ہوں۔ مگر حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔ میں نے عرض کیا حضور میں عیسائی [illegible]۔ اور باقاعدہ بپتسمہ لے چکا ہوں۔ اور میں ہرگز اس قابل نہیں کہ اس رفیع المرتبت صافے پر بیٹھ سکوں۔ مگر حضور نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ رحم کرنے والا ہے......

حضور نے خود مجھ سے مخاطب ہو کر میرے آنے کی غرض دریافت فرمائی۔ اور میں جو اپنے اندر بات کرنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ صرف اتنا کہہ سکا کہ حضرت مجھے کوئی نصیحت فرمائیں میں عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوتا ہوں حضور نے یہ سُن کر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور نصیحت فرمائی۔ کہ نماز باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرو۔ چنانچہ حضور کی اس نصیحت کو پلّے باندھ کر میں اندر سے نکلا ہوں۔ اس حالت میں کہ جب میں اب سے دس منٹ پہلے اندر گیا تھا۔ تو ایک راسخ العقیدہ عیسائی تھا اور اب دس منٹ کے بعد میں کمرے سے باہر نکلا ہوں۔ تو پختہ مسلمان ہوں۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ وہ شخص جب تک زندہ رہا۔ اس سے کوئی اور کمزوری سرزد ہو جاتا تو ممکن ہے۔ لیکن اس نے نماز ہمیشہ باقاعدگی سے پڑھی ——

اس واقعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرافت سادگی اور قوت قدسیہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور قاری اسے پڑھ کر خود کو حضور کے بالکل قریب محسوس کرتا ہے۔

اور یہ محض صحابہ کے مبارک گروہ کی وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے حضور کو پہچانا آپ کی آواز پر اس وقت لبیک کہی جب لوگوں کے نزدیک (نعوذ باللہ) حضور کافر و ملحد تھے۔ درحقیقت یہی مقدس گروہ کامیاب و کامران ہونے والا تھا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مصداق یہ گروہ آہستہ آہستہ کم ہو رہا ہے جماعت کے احباب کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ فوت شدہ صحابہ کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور زندہ صحابہ کی صحبت صالح سے زیادہ سے زیادہ حصہ پاکر اپنے ایمان کی تازگی کا سامان حاصل کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور دُعا کریں کہ وہ زندہ صحابہ کو صحت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔ تا خدا تعالےٰ کے پیارے مامور کی پیاری باتیں اور ذکرِ حبیب کا مقدس سلسلہ ایک لمبے عرصہ تک جاری رہے۔ خصوصیت سے حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری، حضرت مولنا غلام رسول صاحب راجیکی، حضرت مولنا بقاپوری صاحب اور دیگر صاحب الہام و کشوف صحابہ کے لئے دعاؤں کا کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین اللّٰھُم آمین!!

حضرت امام الزمان علیہ السلام کا عشقِ قرآن

از مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلاد عربیہ

(۱)

مؤسس احمدیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن پاک سے جو عشق تھا اس کا کسی قدر اندازہ آپ کی تصنیفات و تالیفات سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو آپؑ نے عربی۔ اردو اور فارسی میں تحریر فرمائیں۔ آپؑ نے تقریباً اسی کتب تحریر فرمائیں۔ ہر کتاب کے مضامین اور پھر اس کا اسلوب بیان اس امر کا شاہد ناطق ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو قرآن کریم سے والہانہ عشق تھا۔ آپ نے قرآن کریم کے متعلق جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس میں قرآنی معارف کا بحر بے پایاں نظر آتا ہے۔ جس سے انسانی ضمیر نہ صرف لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے اندر ایک روحانی انقلاب محسوس کرتا ہے۔ مسرت و اطمینان کی کیفیت اس پر وارد ہو جاتی ہے۔ مخالفین اسلام کی طرف سے قرآن کریم جیسی عظیم الشان مقدس سماوی کتاب پر جو جو اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ان کا مدلل اور ساکت جواب حضور کی تحریروں میں موجود ہے۔ حضور کے زمانہ میں مخالفین اسلام نے قرآن کریم اور رسول اعظم صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر رکھا تھا قرآنی آیات۔ قرآنی قصص اور انبیاء کے حالات پر اعتراضات کئے جا رہے تھے۔ قرآن کریم کو حضرت بانی اسلامؐ کے ذاتی خیالات و افکار کا مجموعہ قرار دیا جا رہا تھا۔ قرآن کریم کی زبان کو غیر فصیح اور بے ربط کہا جا رہا تھا۔ قرآن کے معجزہ سے انکار کیا جا رہا تھا۔ اس نازک وقت میں بانی احمدیت نے قرآنی فضائل و کمالات اور معارف کو رقم فرمایا جس سے ایک طرف مخالفین اسلام نے یہ یقین کر لیا کہ اسلام کی طرف سے حقیقی مدافعت کرنے والا اس وقت بھی موجود ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں خصوصاً اس امر کا اعتراف کیا جانے لگا کہ بانی احمدیت نے قرآن کریم کے فضائل جس اسلوب اور محکم طریقہ سے پیش کئے ہیں اس کی نظیر آج سے پہلے مفقود تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپ نے سنہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء میں اپنی معرکۃ الآرا تصنیف براہین احمدیہ جو چار حصوں پر مشتمل ہے جس کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ بطور انعام کے بھی مقرر فرمایا) میں قرآنی فضائل بیان کر کے دشمنان اسلام پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قریہ اور ہر سوسائٹی میں اس کتاب کا شہرہ ہو گیا۔

(۲)

حضور کو قرآن کریم سے جو والہانہ عشق تھا اس کا اندازہ آپ کے اس منظوم کلام سے بھی ہو سکتا ہے جو آپ نے قرآنی فضائل پر مشتمل تحریر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ یہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضا نکلا

سبحان اللہ! مندرجہ بالا کلام کا ہر لفظ قرآنی فضائل و معارف کا حامل ہے۔ اس میں جملہ مذاہب کے آسمانی صحیفوں کے مقابلہ میں قرآن کی فضیلت و عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے

(۳)

حضرت بانی احمدیت کو خدا تعالےٰ نے قرآنی معارف و فضائل کے بیان کرنے میں خاص علمی اور روحانی ذوق عطا فرمایا تھا آپ اپنی اس حالت اور کیفیت کا نقشہ کیا خوب کھینچتے ہیں ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

یہ شعر آپ کی سیرت مبارکہ کا آئینہ ہے۔ یہی جذبہ اور یہی روح آپؑ کی جملہ کتب میں نظر آتی ہے چنانچہ سنہ ۱۸۹۳ء میں آپ نے تفسیر نویسی کے مقابلہ کی دعوت عام دی لیکن کسی نے اسے قبول نہ کیا تاریخی لحاظ سے یہ چیلنج عظیم الشان حیثیت رکھتا ہے دنیا کے ہر فرد کو پتہ لگ گیا کہ واقعی حضرت مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآنی معارف کے بیان کرنے میں غیر معمولی قوت قدسیہ دی گئی تھی اور دوسری طرف عملی طور پر کوئی شخص بانی احمدیت کے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا نہ صرف یہ بلکہ آپ نے سنہ ۱۹۰۱ء میں سورہ فاتحہ کی تفسیر عربی زبان میں رقم فرمائی جس کا نام اعجاز المسیح رکھا گیا۔ آپؑ نے تحدی سے فرمایا اور آفاق عالم میں اس کو پہنچایا کہ اس تفسیر جیسی کوئی شخص تفسیر نہیں لکھ سکے گا اس تفسیر کو پڑھ کر دمشق میں ایک دفعہ عربی زبان کے مشہور ترین فاضل اور عالم الاستاذ عبد القادر المغربیؒ نے کہا کہ بلاشبہ مرزا غلام احمد القادیانی عالم ہیں۔ اور زبردست تحریر کرنے والے ہیں۔

حضرت بانی احمدیت نے مخالفین اسلام کے سامنے قرآنی صداقت و فضیلت کے اظہار کرنے کے لئے ایک بہت بڑا وسیلہ یہ اختیار فرمایا کہ آپؑ نے دعوت عام دی کہ اگر تم کو کسی قسم کا قرآن کریم پر اعتراض ہے تو وہ پیش کرو۔ میں اس کا جواب دونگا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت پیش کرو جو تمہارے خیال میں قرآن شریف میں موجود نہ ہو ہم وہ قرآن شریف سے نکال کر دکھا دیں گے۔

اگر کوئی برہمو قرآن شریف کے کسی بیان کو خلاف صداقت یا کسی صداقت سے خالی خیال کرتا ہے تو اپنا اعتراض پیش کرے ہم خدا کے فضل و کرم سے اس کے وہم کو ایسا دور کر دیں گے کہ جس بات کو وہ اپنے خیال باطل میں ایک عیب سمجھتا تھا اس کا ہنر ہونا اس پر آشکارا ہو جائے گا"

(براہین احمدیہ)

(۴)

مؤسس احمدیت نے اکناف عالم میں اشاعت اسلام کے لئے اصولی لحاظ سے فرزندان احمدیت کی جو تربیت فرمائی ہے اس میں سب سے بڑا وسیلہ قرآن کریم کا اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ خود فرماتے ہیں:۔

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن کریم کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن"

(کشتی نوح)

اقتباس بالا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی شخصیت کا حقیقی تعارف ہے اور آپ کی ذات مبارک کے خلاف جملہ اعتراضات و انتقادات کا جواب ہے۔ فرزندان احمدیت کے لئے یہ تعلیم مشعل راہ ہے اس اقتباس میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ قرآن کریم کی حقیقی عزت صرف اور صرف اس امر میں ہے کہ اس کے جملہ اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے اس کی تعلیمات کو زندگی کے ہر شعبہ میں پیش نظر رکھا جائے۔ صرف ایسے اشخاص اور افراد کو ہی خدا تعالےٰ کے حضور عزت و عظمت مل سکے گی۔ حقیقی زندگی اور راحت قرآنی تعلیم پر ہی عمل کرنے سے ہے۔ حضرت کے اس ارشاد مبارک اور تعلیم کا یہ اثر ہے کہ اس کی عملی تاثیرات

(باقی صفحہ ۵۴ پر ملاحظہ ہو)

تحریک جدید کے عظیم الشان کام پر ایک نظر

ایک سو اٹھتر مبلغین کے ماتحت بیرونی ممالک میں پچاس سے زائد تبلیغی مشن بارہ زبانوں میں

تراجم قرآن مجید اڑھائی صد سے زائد مساجد چودہ ۱۴ اخبارات و رسائل

(از مکرم چوہدری احمد جان صاحب وکیل المال تحریک جدید)

تحریک جدید کی انیس سالہ یادگاری کتاب کے دیباچہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

"آج بیرونی ممالک میں تحریک جدید کے چندہ کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ وہ ساری دنیا میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ کہ عملاً آزاد دنیا کا کوئی حصہ بھی ان سے خالی نہیں۔ برطانیہ۔ شمالی امریکہ۔ جنوبی امریکہ۔ جزائر غرب الہند۔ مغربی جرمنی ہالینڈ۔ سوئٹزرلینڈ۔ سویڈن۔ سپین۔ لبنان۔ شام مشرقی افریقہ میں کینیا۔ ٹانگانیکا۔ یوگنڈا۔ مغربی افریقہ میں نائجیریا۔ غانا۔ سیرالیون۔ لائبیریا اور ماریشس۔ ہندوستان ملایا۔ انڈونیشیا۔ بورنیو وغیرہ وغیرہ میں اسلام کے فدائی مجاہد تحریک جدید کے چندہ کے ذریعہ دن رات اسلام کی مخلصانہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اور قرآن مجید کے تراجم اور مساجد کی تعمیر اور دیگر لٹریچر کی اشاعت اس کے علاوہ ہے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ وہ کام ہے۔ جس پر آئندہ نسلیں فخر کریں گی۔ اور یہ وہ کام ہے جس کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے مغربی ممالک میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو رہا ہے۔ کہ وہ عیسائی ممالک جو آج سے پچیس (۲۵) تیس (۳۰) سال پہلے اسلام کی ہر بات کو اعتراض کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اب قدر اور حق جوئی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کا نظریہ جرح و تنقید سے بدل کر قدر شناسی کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ اور افریقہ اور انڈونیشیا وغیرہ کے ممالک میں تو خدا کے فضل سے تعداد کے لحاظ سے بھی بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے حتیٰ کہ مغربی افریقہ کے ایک کٹر مسیحی نے حال ہی میں یہ لکھا ہے کہ "اب مغربی افریقہ میں مسیحیت کو اسلام کے مقابلہ پر فتح اور غلبہ کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے""

تحریک جدید کی برکات کی اس اجمالی صورت کے ساتھ ذیل میں کسی قدر تفصیل بھی پیش کی جانی ضروری ہے۔ تا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت بابرکت میں اشاعت اسلام کے کام کو جو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی ہے۔ اس کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

تبلیغی مشن

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پچاس سے زائد نہایت اہم بیرونی مقامات پر تحریک جدید کے تبلیغی مشن قائم ہیں۔ جو ۵۰۰ شاخوں میں منقسم ہیں۔ ان کے ذریعہ اسلام کی دلکش تعلیمات کو علمی رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مبلغین

ان مشنوں میں ایک سو اٹھتر (۱۷۸) مبلغین کام کر رہے ہیں۔ جن میں ساٹھ مبلغ پاکستان کے ہیں اور مذکورہ بالا پانچ صد (۵۰۰) تبلیغی مراکز ان کی زیر نگرانی نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں

جامعہ احمدیہ

مرکز سلسلہ میں مبلغین کو ٹریننگ دینے کے لئے ایک ادارہ جامعہ احمدیہ قائم ہے۔ جس میں ہر سال قریباً پچاس ساٹھ طلباء کو جماعت کے خرچ پر تعلیم دلائی جاتی ہے۔ جو اپنے عرصہ تعلیم کو ختم کرنے کے بعد مبشرین کے فرائض ادا کرنے کے اہل ہو جاتے ہیں۔

غیر ملکی طلباء

خدا نے جہاں پاکستان کے احمدیوں میں اسلام کی خاطر زندگیاں وقف کرنے کا جذبہ پیدا کیا ہے وہاں غیر ممالک کے نومسلم احمدیوں کو بھی اس نعمت سے مالا مال کیا ہے۔ چنانچہ سینکڑوں ایسے خوش نصیب نوجوان قادیان اور پھر ہجرت کے بعد ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے آئے۔ صرف ربوہ میں ہی اب تک ساٹھ غیر ملکی تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ آج کل ربوہ میں مشرقی افریقہ۔ مغربی افریقہ۔ چین انڈونیشیا۔ عدن اور جرمنی کے پندرہ طلبہ جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہیں۔

بیرونی ممالک میں تبلیغی ادارے

مختلف ممالک میں اب تک تحریک جدید کے ماتحت اکتالیس تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ جہاں مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ یہ ادارے نائجیریا، غانا، سیرالیون، اسرائیل، کینیا، ٹانگانیکا یوگنڈا، سنگاپور اور انڈونیشیا میں قائم ہیں۔ جن پر لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ ان اداروں کے تعلیم یافتہ طلبہ جہاں مروجہ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں۔ وہاں احمدیت اور اسلام کی حیات بخش تعلیم کے نور سے بھی منور ہوتے ہیں۔

بیرونی ممالک میں مساجد

خدا تعالیٰ نے ہماری حقیر کوششوں کو نوازا ہے اور محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کو یہ توفیق بخشی کہ یورپ و افریقہ کے ممالک اور متعدد جزائر میں اڑھائی صد سے زائد مساجد منصۂ شہود پر لائے۔ نیز مزید مساجد کی تعمیر زیر غور ہے۔

تراجم قرآن مجید

قرآن مجید کی اشاعت ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ جس کا موقعہ جماعت احمدیہ کو مل رہا ہے اب تک انگریزی، ڈچ، سواحیلی، جرمن۔ چار زبانوں میں تراجم قرآن مجید شائع کئے جا چکے ہیں۔ اور آٹھ مزید مشہور زبانوں کے تراجم تیار ہیں جن کی انشاء اللہ جلد ہی اشاعت کر دی جائے گی۔ ان میں فرانسیسی اور روسی زبانیں بھی شامل ہیں۔

اشاعت کتب

ہمارے مشن جہاں اپنی مقامی ضروریات کے مطابق لٹریچر شائع کر کے تقسیم کرتے ہیں۔ وہاں مرکزی طور پر بھی کتب کے تراجم اور اشاعت کا بندوبست ہے۔ ان میں سے سیدنا حضرت مسیح موعود کی معرکۃ الآراء تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" اور الوصیت کے انگریزی تراجم اور حمامۃ البشریٰ۔ تحفۂ بغداد۔ مکتوب مصر۔ الاسلام والا دیان الاخری کے عربی زبان کے نسخے قابل ذکر ہیں۔

اخبارات و رسائل

اس وقت غیر ممالک میں چودہ اخبارات و رسائل جاری ہیں۔ جن میں سے سات انگریزی میں ایک ملائی اور بقیہ عربی سواحیلی، تامل اور سنہلی زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ اور اس سارے تبلیغی نظام کی نگرانی مکرم وکیل التبشیر صاحب تحریک جدید فرماتے ہیں۔

بجٹ

ابتداء تحریک جدید یعنی سنہ ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کے لئے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ تخمینہ خرچ منظور ہوا تھا۔ لیکن آج پچیس سال بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریباً بیس لاکھ اسی ہزار روپیہ بجٹ منظور ہوا ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

یہ ہے مختصر سا خاکہ ان مساعی کا جو اسلام کی تبلیغ اور اس کی نشاۃ ثانیہ کے استحکام کے لئے جماعت احمدیہ کی طرف سے تحریک جدید کے تحت کی جا رہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں جو اس کے نتیجہ میں ہم پر عائد ہوتی ہیں؟ یہ کوئی خوشکن امر نہیں ہو سکتا کہ جماعت کا ایک حصہ تو قابل رشک قربانیاں کر رہا ہو اور ایک حصہ خوابیدہ ہو۔ جب تک ہم میں سے ہر فرد بیدار نہ ہوگا۔ اور اسلام کے دوبارہ احیاء کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اور اپنے عمل سے اس کا ثبوت نہ دیگا۔ ہم خدائی وعدوں کے پورا ہونے کے دن کو قریب نہیں۔ بلکہ دور کر دینے والے ہوں گے۔ پیشتر اس کے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں اور مساعی کا محاسبہ کریں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی ایک بشارت کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"اے لوگو سن رکھو۔ یہ اس امر کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں۔ بلکہ قریب ہیں۔ کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کو معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے۔ نامراد رکھیگا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی"

تحریک جدید کی غرض یہی ہے

کہ ہم ان الٰہی بشارتوں کے پورا ہونے کے دن کو قریب سے قریب تر لے آویں۔ لیکن الٰہی بشارتوں کے ساتھ جو اہم ذمہ داریاں ہمارے کندھوں پر عائد ہوتی ہیں۔ ان کا بجا لانا بھی ہر فرد جماعت کے لئے ازبس ضروری ہے۔

یہ سارا نظام تبلیغ جو ممالک بیرون میں قائم کیا جا رہا ہے۔ مصارف کثیر چاہتا ہے۔ اور ہم اسی وقت اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ جب کہ

(۱) ہر احمدی مرد ہو یا زن، بچہ ہو یا بوڑھا اس مالی جہاد میں حصہ لے اور (۲) ہر احمدی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لے۔

ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے آپ اپنا بھی محاسبہ فرمائیے کہ آپ نے اس عظیم الشان مالی جہاد جو صدقہ جاریہ کا حکم رکھتا ہے۔ میں کس قدر حصہ لیا ہے۔ اور اگر لیا ہے۔ تو کیا وہ آپ کی حیثیت کے مطابق ہے؟

خاکسار:-

احمد جان (وکیل المال اول)
تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان

اطلاع عام
ہم اپنے دوستوں اور کرم فرماؤں کی خدمت میں
جلسہ سالانہ
میں شرکت کرنیوالوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اُن کو مطلع کرتے ہیں۔ کہ موسم سرما کے لئے سوٹنگ۔ ٹویڈ۔ گبرڈین ورسٹیڈ
اور کوٹنگ کا تازہ سٹاک نئے رنگوں اور ڈیزائنوں میں موجود ہے۔ نیز لیڈیز کیلئے کوٹنگ پلین وچیک اور سلمہ ستارہ کے ریڈی میڈ
سوٹ زری اور کمخواب۔ بنارسی ٹشو قمیض دوپٹہ۔ دیگر عمدہ قسم کی بہترین ساڑھیاں وغیرہ ہر وقت دستیاب ہو سکتی ہیں۔
(رجسٹرڈ)
ملتان کلاتھ ہاؤس
چوک بازار ملتان شہر
مالکان: چوہدری عبدالرحمن عبدالرحیم احمد (کپڑے والے)
لائن پریس
ہسپتال روڈ
انار کلی
لاہور
دفتروں، فیکٹریوں، تجارتی اداروں اور فوجی سکولوں کی
ضروریات سٹیشنری اور ہر قسم کا تعلیمی سامان
لائن پریس سٹیشنری ڈپو۔ لاہور
سے
مقابلۃً ارزاں نرخوں پر حاصل کیجئے
مطبوعات
ہماری مطبوعات۔ بیں مفید اور بلند پایہ
علمی تصانیف اسلامی، سیاسی اور حالات حاضرہ پر بہترین کتابیں
دلچسپ افسانے، سوانح عمریاں اور غیر ملکی زبانوں سے تراجم
اور درسی کتابیں شامل ہیں۔
ان کا مطالعہ فرمایئے
عمدہ طباعت
کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام کے لئے
لائن پریس لاہور کا نام یاد رکھیے
تار کا پتہ: لائن پریس
فون: ۳۰۸۷
قائم شدہ
۱۹ ۶ ۱۹

حضرت مسیح موعود مرزا صاحب (علیہ السلام) نے جلسۂ اعظم مذاہب میں اسلام کی وکالت کا پورا حق ادا فرمایا

آپ کی بدولت اسلام کو ایسی فتح نصیب ہوئی کہ موافقین اور مخالفین سبھی نے اس کا کھلا اعتراف کیا

کلکتہ کے ایک مشہور اخبار "جنرل و گوہر آصفی" کا ایک نایاب تاریخی شذرہ

از محترم محمد اجمل صاحب شاہد بی اے مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم ڈھاکہ

جلسہ اعظم تحقیق مذاہب لاہور منعقدہ دسمبر ۱۸۹۶ء میں مختلف مذاہب کے علماء و زعماء نے شرکت کی تھی۔ مگر اس جلسہ میں سب سے زیادہ شہرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مضمون کو ہوئی تھی۔ حضور نے عین از وقت پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرا مضمون بالا رہے گا چنانچہ یہ پیشگوئی شاندار طور پر پوری ہوئی۔ اس سلسلہ میں مجھے اس زمانہ کے کلکتہ کے ایک مشہور ہفت روزہ اخبار "جنرل و گوہر آصفی" کا ایک نایاب تاریخی شذرہ ملا ہے۔ جس کا ذکر اب تک ہمارے لٹریچر میں نہیں آیا۔ (ادارۃ المصنفین کی طرف سے شائع ہونے والی تاریخ احمدیت جلد دوم میں یہ حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔)

اس مضمون سے جلسہ اعظم کی تفصیل کے علاوہ یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح اس اہم جلسہ میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مضمون کی بدولت اسلام کو دیگر ادیان پر عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور تمام حاضرین کو اسلامی تعلیمات کی عظمت و شوکت کا اقرار کرنا پڑا۔ اخبار "جنرل و گوہر آصفی" جس کے ایڈیٹر محمد وزیر صاحب تھے نے یہ شذرہ "فتح اسلام" کے عنوان سے ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں تحریر کیا ہے۔ یہ قیمتی اخبار مجھے مکرم صدیق حسن صاحب سابق مدرس ناگپور یونیورسٹی حال ڈھاکہ نے اپنی لائبریری سے دیا ہے۔ جس کے لئے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ احباب کے افادہ کے لئے اسے من و عن نقل کیا جاتا ہے۔

فتح اسلام

"چونکہ ہمارے اخبار کے کالم اس جلسہ کے متعلق ایک خاص دلچسپی ظاہر کر چکے ہیں لہٰذا ہم اپنے شائق ناظرین کو اس کے درجہ آخر مختصر حالات سے اطلاع دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

جہاں تک ہم نے دریافت کیا ہے کہ ہر ایک طالب حق کو اس جلسہ کی حالت معلوم کرنے کے لئے بڑا ہی شائق پایا ہے کون دل ہوگا جو حق کا متلاشی نہ ہوگا۔ کون آنکھ ہوگی جو حق کی چمک دیکھنے کے لئے تڑپتی نہ ہوگی؟ کون دماغ ہوگا جو حق کی جانچ پڑتال کی طرف مائل نہ ہوگا۔ پھر ہم یہ کیونکر امید نہیں کر سکتے کہ اپنی ناظرین کی روحیں اس جلسہ کی کارروائی کی دریافت کے لئے مضطر نہونگی۔ کیا اس اضطرار کو رفع کرنا ہمارا فریضہ نہیں۔ بیشک ہے اور ضرور ہے اور اسی لئے ہے جو ہم نے خاص انتظام کرکے اس جلسہ کے حالات کو دریافت کیا ہے جنہیں اب ہم ہدیۂ ناظرین کیا چاہتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم کارروائی جلسہ کی نسبت گفتگو کریں ہمیں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہمارے اخبار کے کالموں میں جیسا کہ اسے ناظرین پر واضح ہوگا یہ بحث ہو چکی ہے کہ اس جلسہ اعظم مذاہب میں اسلامی وکالت کے لئے **سب سے زیادہ لائق کون شخص تھا۔ ہمارے ایک معزز نامہ نگار صاحب نے سب سے پہلے خالی الذہن ہو کر اور حق کو مدنظر رکھکر حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کو اپنی رائے میں منتخب فرمایا تھا**

جس کے ساتھ ہمارے اور ایک مکرم مخدوم نے اپنی مراسلت میں توارداً اتفاق ظاہر کیا تھا۔ جناب مولوی سعید محمد فخر الدین صاحب فخر نے بڑے زور کے ساتھ اس انتخاب کی نسبت جو اپنی آزاد مدلل اور بیش قیمت رائے پبلک کے پیش فرمائی تھی۔ اس میں حضرت مرزا مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان جناب سید سر احمد صاحب آف علیگڑھ کا انتخاب فرمایا تھا۔ اور ساتھ ہی اس اسلامی وکالت کا قرعہ حضرات ذیل کے نام نکالا تھا۔ جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی جناب مولوی حاجی سید محمد علی صاحب کانپوری اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ ہمارے ایک لوکل اخبار کے ایک نامہ نگار نے جناب مولوی محمد عبد الحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ ہم اپنے ناظرین کو یہ بھی معلوم کرایا چاہتے ہیں۔ کہ سوامی شوگن چندر نے انعقاد جلسہ سے پہلے اپنے اشتہار واجب اظہار کے ذریعے علمائے مذاہب مختلفہ ہند کو بہت عار دلا دلا کر اپنے اپنے مذاہب کے جوہر دکھلانے کے لئے طلب کیا تھا اور جس جوش سے اور عار دلانے والے طریق سے انہوں نے طلب کیا تھا اس کا ٹھیک اندازہ انہیں کی عبارت سے کیا جا سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"ہر ایک قوم کے بزرگ واعظ جانتے ہیں کہ اپنے مذہب کی سچائی کو ظاہر کرنا ان پر فرض ہے۔ پس جس حالت میں اسی غرض کے لئے یہ جلسہ انعقاد پایا ہے کہ سچائیاں ظاہر ہوں تو خدا نے ان کو اس فرض کے ادا کرنے کا اب خوب موقعہ دیا ہے۔ جو ہمیشہ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ میرا دل اس بات کو قبول نہیں کر سکتا کہ اگر ایک شخص سچا جوش اپنے مذہب کے لئے رکھتا ہو اور فی الواقع اسبات میں ہمدردی انسانوں کی دیکھتا ہے کہ ان کو اپنے مذہب کی طرف کھینچے تو پھر وہ ایسی نیک تقریب میں جب کہ صدہا مذہب اور تعلیم یافتہ لوگ ایک عالم خاموشی میں بیٹھکر اس کے مذہب کی خوبیاں سننے کے لئے تیار ہوں گے ایسے مبارک وقت کو ہاتھ سے دے دے اور ذرہ اسکو اپنے فرض کا خیال نہ آوے۔ اس وقت میں کیونکر کوئی عذر قبول کر دوں۔ کیا میں قبول کر سکتا ہوں کہ جو شخص دوسروں کو ایک مہلک بیماری میں خیال کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس کی سلامتی میرے دوا میں ہے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کا دعوے بھی کرتا ہے۔ وہ ایسے موقع میں جو غریب بیمار اس کو علاج کے لئے بلاتے ہیں وہ دانستہ پہلوتہی کرے۔ میرا دل اس بات کے لئے تڑپ رہا ہے کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ کونسا مذہب درحقیقت سچائیوں اور صداقتوں سے بھرا ہوا ہے اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ میں اپنے اس سچے جوش کو بیان کر سکوں۔ میرا قوم کے بزرگ واعظوں اور جلیل الشان مولویوں پر کوئی حکم نہیں۔ صرف ان کی خدمت میں سچائی ظاہر کرنے کے لئے ایک عاجزانہ التماس ہے۔

میں اس وقت مسلمانوں کے معزز علماء کی خدمت میں ان کے خدا کی قسم دے کر باادب التماس کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنا مذہب منجانب اللہ جانتے ہیں تو اس موقعہ پر اپنے اس نبی کی عزت کے لئے جس کے فدا شدہ وہ اپنے تئیں خیال کرتے ہیں اس جلسہ میں حاضر ہوں ایسی طرح بخدمت پادری صاحبان نہایت ادب اور انکساری سے میری التماس ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کو فی الواقع سچا اور انسانوں کی نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں تو اس موقعہ پر ایک اعلےٰ درجہ کا بزرگ ان میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں سنانے کے لئے جلسہ میں تشریف لاویں۔ میں نے جیسا کہ مسلمانوں کو قسم دی ایسا ہی بزرگ پادری صاحبوں کو حضرت مسیح کی قسم دیتا ہوں کہ ان کی محبت اور عزت اور بزرگی کا واسطہ ڈال کر خاکساری کے ساتھ عرض پرداز ہوں کہ اگر کسی اور نیت کے لئے نہیں تو اس قسم کی عزت کے لئے ضرور اس جلسہ میں ایک اعلےٰ بزرگ ان میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے تشریف لاویں۔ ایسا ہی میں اپنے بھائیوں آریہ سماج والوں کی خدمت میں اس پرمیشر کی قسم دے کر جس نے وید مقدس کو نازل کیا عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں ضرور کوئی اعلےٰ واعظ ان کا تشریف لا کر وید مقدس

کی خوبیاں بیان کرے اور ایسا ہی سناتن دھرم اور برہمو صاحبان وغیرہ کی خدمت میں اسی قسم کے ساتھ التماس ہے پبلک کو اس اشتہار کے بعد ایک فائدہ بھی حاصل ہوگا کہ ان تمام قوموں میں سے کسی قوم کو درحقیقت اپنے خدا کی عزت اور قسم کا پاس ہے اور اگر اس کے بعد بعض صاحبوں نے پہلو تہی کی تو بلاشبہ ان کا پہلو تہی کرنا گویا اپنے مذہب کی سچائی سے انکار کرنا ہے۔" انتہی

اب ہمارے ناظرین کو غور کرنا چاہیئے کہ اس جلسے کے اشتہاروں وغیرہ کے دیکھنے اور دعوتوں کے پہنچنے پر کن کن علمائے ہند کی رگ حمیت نے مقدس دین اسلام کی وکالت کے لئے جوش کھایا اور کہاں تک انہوں نے اسلامی حمایت کا بیڑا اٹھا کر حجج و براہین کے ذریعہ فرقانی ہیبت کا سکہ غیر مذہب کے دل پر بٹھانے کے لئے کوشش کی ہے۔

ہمیں معتبر ذریعے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کارکنان جلسہ نے خاص طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور جناب سر سید احمد صاحب کو شریک جلسہ ہونے کے لئے خط لکھا تھا تو حضرت مرزا صاحب نے علالتِ طبع کی وجہ سے بنفس نفیس شریک جلسہ نہ ہو سکے مگر اپنا مضمون بھیجکر اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو اس کی قرأت کے لئے مقرر فرمایا۔ لیکن جناب سر سید نے شریک جلسہ ہونے اور مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی۔ یہ اس بناء پر نہ تھا کہ وہ معمر ہو چکے اور ایسے جلسوں میں شریک ہونے کے قابل نہ رہے ہیں اور نہ اس بناء پر تھا کہ انہیں ایام میں ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد میرٹھ میں مقرر ہو چکا تھا بلکہ یہ اس بناء پر تھا کہ مذہبی جلسے ان کی توجہ کے قابل نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی چٹھی میں جس کو ہم انشاء اللہ تو اپنے اخبار میں کسی اور وقت درج کرینگے صرف لکھا ہے کہ وہ کوئی واعظ یا ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ چند ملا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری۔ جناب مولوی محمد عبد الحق صاحب دہلوی اور جناب احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ الخ

ہمارے مقدس زمرۂ علماء سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے جلسہ ما نحن فیہا میں قدم رکھا مگر الٹا۔ اس لئے کہ انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر کوئی گفتگو نہ کی ...

جیسا کہ ہماری آئندہ کی رپورٹ سے واضح ہوگا۔ غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے اور اس انتخاب کو راست کیا ہے جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور راولپنڈی۔ جہلم۔ شاہ پور بھیرہ خوشاب۔ سیالکوٹ۔ جموں۔ وزیرآباد لاہور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ لدھیانہ۔ شملہ۔ دہلی۔ انبالہ۔ ریاست پٹیالہ۔ کپورتھلہ۔ ڈیرہ دون۔ الہ آباد۔ مدراس بمبئی۔ حیدرآباد دکن بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعے مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام

مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی جو انتخاب تیر بہدف کی طرح روزِ روشن میں ٹھیک نکلا۔ اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے۔ اس لئے کہ اس میں **اسلامی** شوکت ہے اور اسی میں **اسلامی عظمت** اور حق بھی یہی ہے۔

اگرچہ جلسہ اعظم مذاہب کا ہند میں یہ دوسرا اجلاس تھا۔ لیکن اس نے اپنی شان و شوکت اور جاہ و عظمت کی رو سے سارے ہندوستانی کانگریسوں اور کانفرنسوں کو مات دیا ہے۔ ہندوستان کے مختلف بلاد کے رؤساء اس میں شریک ہوئے اور ہم بڑی خوشی کے ساتھ یہ ظاہر کیا چاہتے ہیں کہ ہمارے مدراس نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ جلسہ کی دلچسپی یہاں تک بڑھی کہ مشتہرہ تین دن پر ایک دن بڑھانا پڑا۔ انعقاد جلسہ کے لئے کارکن کمیٹی نے لاہور میں سب سے بڑی وسعت کا مکان اسلامیہ کالج تجویز کیا۔ لیکن خلق خدا کا اژدحام اس قدر تھا کہ مکان کی وسعت غیر مکتفی ثابت ہوئی۔ جلسہ کی عظمت کا یہ کافی ثبوت ہے کہ کل پنجاب کے عمائدین کے علاوہ چیف کورٹ پنجاب اور ہائی کورٹ الہ آباد کے آنریبل جج بابو پرتول چندر صاحب۔ اور مسٹر بنرجی نہایت خوشی سے شریک جلسہ ہوئے اس جلسے کے لئے سابق کچھ پریذیڈنٹ مقرر ہو چکے تھے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں:۔

(۱) رائے بہادر بابو پرتول چندر چٹرجی چیف کورٹ پنجاب

(۲) خان بہادر خدا بخش صاحب جج اسمال کاز کورٹ لاہور

(۳) رائے بہادر پنڈت رادھا کشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ و سابق گورنر جموں

(۴) سردار دیال سنگھ صاحب رئیس اعظم مجیٹھہ

(۵) رائے بہادر بھوانی داس صاحب افسر بندوبست ضلع جہلم

(۶) مولوی حکیم نورالدین صاحب سابق طبیب شاہی مہاراجہ صاحب بہادر والیٔ کشمیر اور یہی مولوی صاحب تھے جو اختتام جلسہ پر خاتمہ کی تقریر کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔

سے متعلق

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی رائے

"حال ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک سوانح عمری مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب فاضل "حیاتِ طیبہ" کے نام سے شائع ہوئی ہے میں ابھی تک اس کتاب کا مکمل صورت میں مطالعہ نہیں کر سکا۔ مگر جو حصے بھی اس وقت تک میری نظر سے گزرے ہیں ان کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لٹریچر میں ایک بہت عمدہ اضافہ ہے۔ غالباً ایک جلد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قدر جامع اور مرتب سوانح عمری اس وقت تک نہیں لکھی گئی واقعات کی حتی المقدور تحقیق و تدقیق اور ترتیب اور موقعہ بموقعہ مناسب تبصرہ جات نے اس کتاب کی قدر و قیمت میں کافی اضافہ کر دیا ہے اور ضروری فوٹو بھی شامل ہیں کتاب کا مطالعہ کرنے والا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بلند و بالا شخصیت اور تبلیغ اسلام کے لئے ان کی والہانہ جد و جہد سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا طباعت بھی اچھی ہے

میرے خیال میں یہ کتاب اس قابل ہے کہ نہ صرف جماعت کے دوست اسے خود مطالعہ کریں۔ بلکہ غیر از جماعت اصحاب میں بھی اس کی کثرت کے ساتھ اشاعت کی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع الناس بنائے اور مصنف کو جزائے خیر دے۔ آمین

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد ربوہ

۱۲ جنوری ۱۹۶۰ء

یعنی اس کو پڑھنے کے بعد میں نے اس ترجمہ کا مطالعہ کیا یہ ترجمہ قرآن کریم کو انگریزی زبان کا جامہ پہنانے کی ہر سابقہ کوشش کے مقابلے میں قابل تحسین ہے"۔

پھر یہی پروفیسر رقمطراز ہے:-

"The characteristics of Quranic teaching thus authoritatively expounded are certainly modern and in most respects admirable. If the united nations could act up to the principles here laid down it might regain some of its prestige."

"یعنی یقیناً قرآنی تعلیمات کو جامعیت کے ساتھ پیش کرنے کا یہ انداز جدت کا حامل اور ہر طرح تحسین کے قابل ہے۔ اگر انجمن اقوام متحدہ اس میں بیان کردہ اصولوں پہ عمل پیرا ہو سکے تو یقیناً کسی حد تک اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتی ہے"۔

یہ وہ عظیم الشان فکری اور علمی انقلاب ہے۔ جس کا باعث صرف وہ عشق اور محبت ہے جو امام الزمان عاشق قرآن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے قلب مطہر میں موجزن تھی جس نے فرمایا ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

بقیہ صفحہ (۳)

لیڈر

آپ کی دینی تربیت مدنظر ہے اور دوسری طرف یہ آپ کی دینی تربیت کی امتحان گاہ بھی ہے۔ اگر آپ اچھے ہیں تو یہاں سے آپ کو اور بھی اچھا بن کر اپنے گھروں کو واپس جانا چاہیئے اور تازہ دم ہو کر اور زیادہ جوش و خروش سے اپنا مفوضہ جماعتی کام سرانجام دینے کے لئے تیار ہو کر جانا چاہیئے۔ اس لئے ہمیں ان ایام کی کماحقہ قدر کرنی چاہیئے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے جس میں ہم خود کوئی بات نہ سیکھیں یا دوسروں کے لئے اچھا نمونہ نہ پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ ہم نے شروع میں کہا ہے ہماری جماعت دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ اور جیسا کہ ہمارا ایمان ہے یہ کام جو ہم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رضا سے ہمارے سپرد کیا اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ نظروں میں اس کام کے لائق سمجھے جائیں جس کا اس نے ہم پر اعتماد کیا ہے۔

بقیہ صفحہ (۴)

و نتائج آج دنیا کے ہر خطہ میں ظاہر ہو رہے ہیں قرآنی معارف کی اشاعت دنیا کی ہر زبان میں ہو رہی ہے۔ حضور خود قرآن کریم کے عظیم الشان عاشق تھے۔ اور حضور یہ روح فرزندان احمدیت میں بھی پھونک گئے جس کے نتیجہ میں دنیا کے چوٹی کے علماء و فضلاء فرزندان احمدیت کی خدمت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ چنانچہ مشہور عالمی اور علمی شخصیت پروفیسر H.A.R. GIBB جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کردہ انگریزی ترجمہ قرآن کریم پڑھ کر لکھتے ہیں:-

"After reading it, I turned to the translation and for commending this edition as better than any previous attempt to present an English version"

قومی اور ملکی صنعت کو فروغ دینا آپ کا اوّلین فرض ہے

جلسہ سالانہ کی

عظیم الشان اور بابرکت تقریب

احباب جماعت کو مبارک ہو

فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

آپ کا قومی ادارہ ہے۔ کیونکہ تحریک جدید انجمن احمدیہ نے اسے آپکے قومی سرمایہ سے جاری کیا ہے

لہٰذا

اسے کامیاب بنانے کی ذمہ داری ہر احمدی پر عائد ہوتی ہے۔ تاجر احباب کو اسطرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

ہمارے آقا

سیّدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود نے بھی احباب جماعت کو اس ادارہ کی مصنوعات کو خریدنے اور ان کو فروغ دینے کی طرف کئی بار توجہ دلائی ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ "ایک طریق چندہ بڑھانے کا یہ بھی ہے کہ دوست سلسلہ کے اداروں کی مصنوعات خریدیں۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کریں..... بلکہ باہر بھی فروخت کرنے کی کوشش کریں۔ تو اس سے سلسلہ کو کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ توجہ کریں کہ سلسلہ کی طرف سے جو چیزیں بنتی ہیں۔ ان کو خریدیں تو بڑی ترقی ہو سکتی ہے۔ مثلاً شائنو بوٹ پالش ہے ..... کف ایکس ہے..... سن شائن گرائپ واٹر ہے..... یا میکس سر درد کی دواء ہے۔

ڈاکٹروں کو بھی چاہیئے۔ کرلے جائیں۔ اور تجربہ کریں۔ اگر مفید ہوں تو سرٹیفکیٹ دیں:۔

جلسہ سالانہ کے ایام میں ہماری مصنوعات کا سٹال گول بازار ربوہ میں کھلا رہے گا۔ اور مندرجہ ذیل مصنوعات آپ وہاں سے ہر وقت حاصل فرماسکیں گے۔

شائنو بوٹ پالش۔ کف ایکس (کھانسی کی دواء) سن شائن گرائپ واٹر۔ یامیکس (نزلہ و زکام اور درد کی دواء) شائنو ویزلین پومیڈ۔ شائنو ہیئر آئل ہر قسم

فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرہ آفاق کتاب
THE PHILOSOPHY
OF
THE TEACHINGS OF ISLAM
★ اسلامی اصول کی فلاسفی ★
جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:-
"یہ قرآن شریف کی ایک جامع اور مختصر تفسیر ہے اور اس کے دنیا
میں پھیلنے سے خراب دین نابود ہو جائیں گے۔"
پاکستان میں پہلی بار عمدہ کاغذ اعلیٰ درجہ کے ٹائپ پر شائع ہو گئی ہے۔ اورینٹل
کمپنی کی طرف سے انگریزی دان اصحاب کیلئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت فی جلد ۱/۲ روپے
تاجران کیلئے معقول کمیشن
سید مسعود احمد منیجنگ ڈائریکٹر دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ ربوہ

Oriental & Religious Publishing Corporation Ltd., Rabwah.

Remember :-

NUSRAT ART PRESS RABWAH

For Quality Printin gof

Books, Letter Forms, Visiting Cards, Wedding Cards,

etc., etc.

From Lay out to Binding

Exquisit line and Half tone Block Printing.

Oriental & Religious Publishing Corporation Ltd., Rabwah
P U B L I C A T I O N S .

1. THE HOLY QURAN VOl II. (PART 11 TO 15) with English Translation and Commentary. Rs. 10 0 0
2. THE HOLY QURAN with Urdu Translation and Copious Index Rs. 8 0 0
3. PHILOSOPHY OF THE TEACHINGS OF ISLAM by the Promised Messiah Rs. 6 0 0
4. A MISUNDERSTANDING REMOVED by the Promised Messiah 0 4 0
5. A REVIEW OF CHRISTIANITY by the Promised Messiah 0 6 0
6. OUR TEACHING by the Promised Messiah 0 9 0
7. WHAT IS AHMADIYYAT by Hazrat Khalifat-ul-Masih II. 1 4 0
8. THE WILL by The Promised Messiah. 0 9 0
9. THE CHRISTIAN DOCTRINE OF ATONEMENT by Dr. Mufti Mohd. Sadiq 0 6 0
10. TWO PILLARS OF SPIRITUALITY by Hazrat Mirza Bashir Ahmad M. A. 0 4 0
11. MUHAMMAD, THE LIBERATOR OF WOMEN by Hazrat Khalifatul Masih II 0 4 0
12. WHY I BELIEVE IN ISLAM by Hazrat Khalifa-tul-Masih II. Rs. 0 4 0
13. JESUS IN KASHMIR by CH. M. Zafarullah Khan 0 4 0
14. AN INTERPRETATION OF ISLAM by Porf. L. V. Vaglierri. Rs. 1 8 0
15. A WESTERN WOMAN'S VIEWS ON ISLAM by Mary Peart 0 3 0
16. OUR MOVEMENT by N. M. Naseem Saifi Rs. 1 8 0
17. ISLAM AND CHRISTIANITY by N. M. Naseem Saifi Rs. 1 8 0
18. ATTITUDE OF ISLAM TOWARDS COMMUNISM by A.R. Dard M.A. bound 1 0 0
    Unbound 0 12 0

(Books in Arabic)

1. حمامة البشرى By the Promised Messiah 2 0 0
2. تحفة بغداد ,, 0 8 0
3. الاستفتاء ,, 1 9 0
4. التعليم ,, (translated) 0 5 0
5. لماذا اعتقد بالاسلام by Hazrat Khalifatul Masih II. 0 3 0

Syed Masud Ahmad
Managing Director, O. R. P. Co., Ltd., Rabwal.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسیؑ کتابیں بصورت سیٹ شائع ہو رہی ہیں!

کم از کم ایک ہزار خریداروں کی ضرورت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔ " خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے۔ جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے"۔ (الوصیت)

اے فرزندانِ احمدیت! اگر تم اس مقصد کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ بالا عبارت میں جماعت کا قرار دیا ہے حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اور اگر تم شیطان پر غالب آنا چاہتے ہو اور اگر تم اپنے آپ کو اور اپنے اقارب کو اور اپنی اولادوں کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو پڑھو۔ اور پھر پڑھو اور پھر پڑھو۔ یاد رکھو کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ اُن گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں"۔ (مسیح ہندوستان میں)

نیز فرماتے ہیں :۔ "جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اُس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔" (سیرت المہدی حصہ سوم)

اور فرماتے ہیں :۔ " وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔"

پس اپنے ایمان کی مضبوطی اور اپنے اہل و عیال کو زمانہ کی زہریلی ہواؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے اور اپنے غیر احمدی رشتہ داروں اور دوستوں کی ہدایت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب خریدیں۔ خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی تلقین کریں۔

خوشخبری

میں آپ تک یہ خوشخبری پہنچانے سے نہیں رُک سکتا کہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسیؑ کتب کو ۲۴ جلدوں میں ایک سیٹ کی صورت میں شائع کر رہی ہے تمام جلدیں ایک سائز کی ہونگی اور ہر جلد پانچسو صفحات کی ہوگی۔ ۲۴ جلدوں کے پورے سیٹ کی قیمت ۱۹۰ روپے ہے۔ جو دوست پیشگی قیمت ادا کردیں۔ انہیں ۱۶۰ روپے میں سیٹ دیا جائے گا۔ اور جو دوست پوری قیمت پیشگی یکمشت ادا کر دیں۔ اُن کے اسمائے گرامی اگلی جلد میں شائع کئے جائیں گے اور ان کیلئے دُعا کی تحریک کی جائے گی۔ کیونکہ مامورِ الٰہی کی کُتب کے سیٹ کے وہ اُس وقت خریدار بنے جبکہ دنیا ان رُوحانی خزائن سے بے رغبت تھی۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ثواب کے مستحق ہونگے۔ پیشگی قیمت ادا کرنے والے کیلئے بعض سہولتیں بھی دی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ قسطوار ادا کردیں۔ پہلے پچاس ۵۰ روپے ادا کردیں۔ پھر زیادہ سے زیادہ ماہوار قسط دیتے جائیں اور بالکل ممکن ہے کہ کاغذ اور دیگر سامان طباعت کی سخت گرانی کے پیشِ نظر اڑھائی سو روپیہ سیٹ کی قیمت مقرر کی جائے۔ لیکن ماہ جنوری میں موجودہ قیمت ہی رہے گی۔ اگر ہمیں اس سیٹ کے ایک ہزار خریدار مل جائیں تو ہم بہت جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ی انکی کتب ۴۲ جلدوں میں شائع کر سکتے ہیں۔ پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ چھٹی جلد زیر طبع ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت تک سات سو کے قریب خریدار ہو چکے ہیں۔ تین سو کے قریب باقی ہیں۔ اس لئے دوستوں کو چاہیئے کہ ان روحانی خزائن کو جلد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ جلدیں پانچسو صفحات کے لحاظ سے شمار ہوں گی۔

قابلِ تقلید مثال

کراچی کی جماعت نے اس سلسلہ میں نہایت اچھی مثال قائم کی ہے چنانچہ اس جماعت کے مختلف دوستوں نے ڈیڑھ سو سیٹ خرید کئے ہیں۔ پھر ان میں سے تین دوستوں نے جماعت کے مخیر اور صاحب مال افراد کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ ان میں سے ایک تو عزیز مکرم مسعود احمد صاحب خورشید ہیں جو جناب مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا پورا سیٹ اپنے لئے اور ایک اپنے والد صاحب کیلئے اور ایک اپنی اہلیہ صاحبہ اور ایک ایک اپنے ہر بچہ کیلئے کل بارہ سیٹ خرید کئے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بیرونی مشنوں کے لئے تیرہ سیٹ۔ اسی طرح مکرم جناب شیخ رحمت اللہ صاحب قائمقام امیر جماعت احمدیہ کراچی نے اپنے لئے ایک سیٹ کے علاوہ اپنے والد صاحب مرحوم و مغفور شیخ اللہ دتا صاحب کی طرف سے دس سیٹ خریدے ہیں۔ جو مختلف لائبریریوں میں ان کی طرف سے رکھے جائیں گے اسی طرح مکرم چوہدری نبی احمد صاحب نے پانچ سیٹ خریدے ہیں اور ایک سو ساٹھ روپے کے حساب سے انکی قیمت بھی نقد ادا کر دی ہے اسی طرح کوئٹہ کی جماعت میں سے شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ اور ان کے بھائی شیخ محمد اقبال صاحب نے پانچ سیٹ اور ان کے دوست مرزا محمد امین خانصاحب نے بھی پانچ سیٹ خریدے ہیں اور کل قیمت نقد ادا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو بے قیاس دولت کا خزانہ سمجھا ہے۔ اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنی اولاد کے لئے بھی اس خزانہ کا ان کے پاس ہونا ضروری خیال کیا ہے اسلئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مال میں اور اولاد میں برکت دے اور یہ روحانی خزائن ان کے لئے اور ان کی آئندہ نسلوں کیلئے باعث خیر و برکت ہوں اور جو دوست ابھی تک ان روحانی خزائن کے حاصل کرنے میں متذبذب ہیں ان کے دلوں میں آسمان سے ان بیش بہا خزائن کو حاصل کرنے کی تحریک فرمائے۔ تا وہ اس نعمتِ عظمیٰ اور لامتناہی دولت سے محروم نہ رہ جائیں۔ اِن "روحانی خزائن" کے سیٹ خرید کرنے والوں کی حالت کے مناسب حال کسی شاعر نے کہا ہے ؎

جامے چند دادم جاں خریدم ٭ بحمد اللہ کہ بس ارزاں خریدم

اے فرزندانِ احمدیت! تم لاکھوں کی تعداد میں ہو۔ کیا تم میں ایک ہزار افراد بھی ایسے نہیں جو مرسلِ یزدانی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی پُر از معارف و حکمت کتابوں کے خریدنے کے لئے لبیک کہیں۔ ساٹھ سال کے بعد حضرت اقدس کی جملہ کتابیں ۴۲ جلدوں میں ایک سیٹ کی صورت میں شائع ہو رہی ہیں۔ پھر نہ معلوم کتنے سالوں کے بعد پھر یہ موقعہ میسر آئے پس آج ہی اپنے نام خریداری کے لئے بھجوا دیں۔ ممنون ہونگا اگر امراء جماعت یا پریذیڈنٹ صاحبان یا سیکرٹریانِ اصلاح و ارشاد اپنی اپنی جماعت کو یہ اعلان پڑھ کر سنا دیں۔

تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود

تفسیر کبیر میں قرآن مجید کے مشکل مقامات کا حل جس آسان پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے اور کلام اللہ کے جو حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں انکی نظیر متقدمین کی تفاسیر میں تلاش کرنا بے سود ہے اس بے نظیر تفسیر کی جو جلدیں نایاب ہو چکی ہیں وہ اب کسی قیمت پر بھی نہیں ملتیں بعض وقت ایسی درخواستیں بھی ہمارے پاس آتی ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ جس قیمت پر بھی مل سکے فلاں جلد ہمارے لئے مہیا کریں مگر وہ نہیں ملتیں۔ پس تفسیر کبیر کی جو جلدیں اسوقت ہمارے پاس موجود ہیں ہم دوستوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ قبل اس کے کہ وہ نایاب ہو جائیں انہیں فوراً حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

تفسیر کبیر جلد چہارم بغرض اشاعت یہ مناسب سمجھا گیا کہ تفسیر کبیر جلد چہارم جو تین اہم تاریخی سورتوں یعنی سورۃ مریم۔ سورۃ طٰہٰ اور سورۃ انبیاء کی تفسیر پر مشتمل ہے جس کی اصل قیمت آٹھ روپے فی نسخہ ہے زیادہ تعداد میں خریدنے والی جماعتوں کو اس پر کمیشن دیا جائیگا۔ ۱۔ پچاس نسخے خریدنے والی جماعت کو ڈیڑھ روپیہ فی نسخہ کے حساب سے ۷۵ روپے کمیشن دیا جائیگا ۲۔ ایک سو نسخے پر دو روپے فی نسخہ کے حساب سے دو سو روپے دیا جائے گا۔ ۳۔ اور دو سو یا اس سے زیادہ نسخے پر سوا دو روپے فی نسخہ کے حساب سے ۴۵۰ روپے کمیشن دیا جائیگا

تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول تفسیر کبیر جلد پنجم کی اصل قیمت سات روپے فی نسخہ ہے پچاس نسخے خریدنے والے کو ایک روپیہ فی نسخہ اور ایک سو نسخہ خریدنے والے کو ڈیڑھ روپیہ فی نسخہ اور دو سو یا اس سے زائد خریدنے والے کو دو روپے فی نسخہ کے حساب سے کمیشن دیا جائیگا۔

تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم قرآن مجید کی آخری سورتوں کی تفسیر یعنی جلد ششم جزو چہارم جس کی اصل قیمت سوا چار روپے ہے۔ اسکے پچاس نسخے خریدنے پر آٹھ آنے فی نسخہ کے حساب سے ۲۵ روپے اور ایک سو نسخے خریدنے پر دس آنے فی نسخہ کے حساب سے ۶۲ روپے اور دو سو نسخے پر بارہ آنے فی نسخہ کے حساب سے ایک سو پچاس روپے کمیشن دیا جائیگا۔

تفسیر کبیر جلد ششم جزو سوم یہ جلد جو سورۃ والعادیات سے لے کر سورۃ الکوثر تک کی تفسیر پر مشتمل ہے چونکہ اس کی تعداد اب تھوڑی رہ گئی ہے اس لئے اس کی قیمت فی نسخہ ساڑھے چھ روپے ہے البتہ پچاس یا پچاس سے زائد نسخے خریدنے والے کو چھ روپے میں دی جائے گی۔

تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ دوم یہ جلد سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء کی تفسیر پر مشتمل ہے جلسہ سالانہ پر مل سکے گی۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سے کشتی نوح۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ تحفہ گولڑویہ۔ اعجاز احمدی۔ ایام الصلح۔ تذکرۃ الشہادتین۔ سرمہ چشم آریہ۔ تذکرہ۔ کلید تذکرہ برائے فروخت موجود ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تالیفات میں سے تفسیر سورۃ کہف۔ دعوۃ الامیر دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی بزبان اردو۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ سیرۃ خیر الرسل۔ نبیوں کا سردار مسئلہ وحی نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ۔ اسلامک آئیڈیالوجی۔ سیر روحانی جلد اول و دوم۔ تقدیر الٰہی منہاج الطالبین۔ نجات۔ مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ ہستی باری تعالیٰ موجود ہیں۔

جلال الدین شمس
چیئرمین و مینیجنگ ڈائرکٹر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ گول بازار ربوہ ضلع جھنگ پاکستان

فضلِ عمر ہسپتال ربوہ کی یادگار مسجد کے دو مناظر

ہمیشہ
طارق ٹرانسپورٹ کمپنی کی نئی و آرام دہ بسوں میں
سفر کیجئے۔ یہ آپ کی اپنی سروس ہے۔